امارت اسلامیہ افغانستان کا واحد اردو ترجمان

ماہنامہ شریعت

جلد 5 صفر المظفر 1438ھ بمطابق دسمبر 2016ء شمارہ 10

افغانستان میں بدامنی پھیلانے والے کون ہیں؟

امارت اسلامیہ افغانستان کے زعیم
امیر المؤمنین شیخ الحدیث مولانا
ہبۃ اللہ اخندزادہ حفظہ اللہ
کا تعارف

افغانستان و عالم اسلام پر امریکی انتخابات کا اثر

طالب صحافی میدان جنگ سے...

افغان فوج؛ امریکا کی دم توڑتی امیدیں

فرمان نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

عن عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان المقسطین عنداللہ علیٰ منابر من نور عن یمین الرحمن وکلتا یدیہ یمین . الذین یعدلون فی حکمھم واھلیھم وما ولوا۔ (رواہ مسلم)

ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: (اہل حکومت اور ارباب اقتدار میں سے) عدل وانصاف کرنے والے بندے اللہ تعالیٰ کے ہاں (یعنی آخرت میں) نور کے منبروں پر ہوں گے اللہ تعالیٰ کے داہنی جانب اور اس کے دونوں ہاتھ داہنے ہی ہیں۔ یہ وہ لوگ ہوں گے جو اپنے فیصلوں میں اور اپنے اہل وعیال اور متعلقین کے معاملات میں اور اپنے اختیارات کے استعمال کے بارے میں عدل وانصاف سے کام لیتے ہیں۔ (مسلم)

فرمان امیر المؤمنین شیخ ہبۃ اللہ اخندزادہ حفظہ اللہ

تمام مجاہد عوام اور بالخصوص راہِ حق کے مجاہدین کو ان فتوحات کی مبارک باد دیتا ہوں، جو حالیہ دنوں اللہ تعالیٰ نے اپنے خصوصی فضل ونصرت، مجاہدین کی قربانیوں اور عوام کے تعاون سے مجاہدین کو عطا فرمائی ہیں۔ دشمن کی ہر قسم کی زور آزمائی، بیرونی افواج کی کثرت اور مختلف طیاروں کے فضائی حملوں کے باوجود افغانستان کے مختلف صوبوں کے بیشتر اضلاع اور علاقے دشمن کے ناپاک وجود پاک ہوگئے ہیں۔ الحمدللہ! اب وہاں امارت اسلامیہ کا سفید پرچم لہرا رہا ہے۔

مجاہد بھائیو! اگرچہ جارحیت کے ابتدائی سالوں میں ہماری ذمہ داری صرف دشمن کے خلاف قتال اور مقابلہ کی تھی، لیکن اب چوں کہ افغانستان کے بیشتر رقبے پر ہمارا کنٹرول ہے۔ وہ وقت آن پہنچا ہے کہ پندرہ سالہ جہادی اہداف کا تحفظ کرتے ہوئے اس محنت کے ثمرات حاصل کریں۔ جہاد کے عظیم اہداف میں اللہ تعالیٰ کی زمین پر شریعت الٰہی کا نفاذ ہے۔ امن وامن کا استحکام ہے۔ اسلامی مملکت کی سرحدوں کی حفاظت اور اس مملکت کے باشندوں کے جان، مال، عزت اور تمام حقوق کا تحفظ شامل ہے۔

امارت اسلامیہ افغانستان کا واحد اردو ترجمان

ماہنامہ شریعت

جلد۵/ صفر ۱۴۳۸ نومبر 2016 / شمارہ 10

مدیر اعلیٰ: ولید افغان

نائب مدیر: شمس ابدالی

مجلس مشاورت

ملا اسد افغان — ہارون بلخی
اکرم تاشفین — محمد فرہاد جانباز
سیف العادل احرار

ڈیزائننگ: مولوی محمد فاروق

قیمت فی شمارہ 30 روپے
سالانہ 350 روپے

سالانہ زرتعاون

امریکہ، اسٹریلیا، افریقہ، اور یورپی ممالک: 40ڈالر
سعودی عرب اور متحدہ عرب امارات: 30ڈالر
بنگلہ دیش: 28ڈالر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ماہنامہ شریعت امارت اسلامیہ افغانستان کا اردو زبان میں واحد اور باضابطہ دینی، ثقافتی اور سیاسی مجلّہ ہے، جو امارت اسلامیہ کے میڈیا ونگ اور ثقافتی کمیشن کی زیرنگرانی شائع ہوتا ہے، ماہنامہ شریعت افغانستان میں جاری کشمکش، حالات وواقعات اور مظلوم مسلمانوں پر روا رکھے جانے والے بھیانک مظالم کا سچا اور چشم دید عکاس ہے۔

عکس دروں

افغانستان میں بدامنی پھیلانے والے کون ہیں؟ 2
امارت اسلامیہ افغانستان کے زعیم امیر المؤمنین شیخ مولانا ہبۃ اللہ اخندزادہ حفظہ اللہ کا تعارف 3
شام... روس، امریکا اور مظلوم مسلمان 11
آخرت کے گم نام ہیرو 13
افغان فوج، امریکا کی دم توڑتی امیدیں 16
برما کا المیہ اور مسلمانوں کی غفلت 18
سعودیہ مخالف بل: امریکی عزائم کیا ہیں؟ 19
گوریلا جنگ میں کامیابی 23
پندرہ سال کی عمومی صورت حال 25
محاذِ جنگ کا آنکھوں دیکھا حال، تاثرات 27
طالب صحافی میدان جنگ سے... 30
افغانستان میں استعماری افواج کا تاریک مستقبل 33
سانحہ قندوز کے مجرم سزا پائیں گے؟ 35
افغانستان وعالم اسلام پر امریکی انتخابات کا اثر 36
حکومت کو چاٹتی کرپشن کی گھن 38
جنگی جرائم ستمبر 2016 40
افغانستان ستمبر 2016 میں 42

Twitter: www.twitter.com/shariatmagazine
Facebook: www.facebook.com/shariatmagazine
Web: www.shahamat-urdu-com
E-mail: shariatmagazine@yahoo.com

افغانستان میں بدامنی پھیلانے والے کون ہیں؟

جی ہاں! دنیا جانتی ہے اور ہم بھی اس سے انکار نہیں کرتے کہ آج کل وطن عزیز افغانستان کے کم علاقے ایسے ہیں جہاں امن وامان کی صورتحال بہتر ہے، اکثر علاقے بدامنی اور افراتفری کا شکار ہیں۔ نہ گھر میں کوئی محفوظ ہے اور نہ ہی دفتر اور کام کاج کی جگہوں میں۔ کوئی بھی اپنی جان ومال اور عزت کی تحفظ کے بارے میں مطمئن نہیں ہے، یہی بدامنی شہریوں کو درپیش مشکلات میں سب سے بڑی مشکل ہے۔

افغان قوم کی بدقسمتی ہے کہ ملک میں بدامنی پھیلانے والے یاتو وہ بیرونی قابض قوتیں ہیں جو افغانستان میں امن قائم کرنے کے نام پر اپنے قبضہ کو دوام دینے کی کوشش کررہی ہیں اور یا انہی بیرونی قوتوں کے ہاتھوں بنی پولیس فورس اور اربکی ملیشیا ہے۔ لیکن حیرانگی کی بات ہے کہ یہی بیرونی قابض قوتیں جب افغانستان میں بدامنی کی باتیں کرتی ہیں تو مکر سے بھرپور اس انداز سے کرتی ہیں کہ گویا یہ بدامنی کوئی اوپر سے گرنے والی چیز ہے یا کوئی ایسی چیز ہے جو ان قابض قوتوں کے افغانستان آنے سے پہلے یہاں موجود تھی اور یہ آکر اسے ہٹانے کی کوشش کررہے ہیں لیکن وہ ہٹتی نہیں یا اس کے ہٹانے میں ابھی کافی دیر ہو۔

چند دن پہلے بلجیم کے دارالحکومت اور نیٹو کے مرکز بروکسل میں افغانستان کے حوالے سے نیٹو میں شامل ممالک کے وزراء خارجہ کا ایک اجلاس ہوا، اجلاس سے نیٹو کے جنرل سیکرٹری "ینس سٹولٹنبرگ" نے اپنی گفتگو میں کہا کہ: افغانستان میں امن کا قیام ابھی مشکلات کا شکار ہے اور اس میں کسی قسم کی پیش رفت نہیں ہوئی ہے"۔

نیٹو کے جنرل سیکرٹری کا کہنا درست ہے کہ افغانستان میں امن کا قیام مشکل ہے اور نہ صرف یہ کہ اس میں کسی قسم کی بہتری نہیں آتی بلکہ روز بروز بدامنی بڑھتی جارہی ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ یہ بدامنی کس نے اور کیوں پھیلائی ہے اور آج تک اس ملک کو یونہی بے امن وسکون کیوں رکھا گیا ہے؟ اس ملک میں بدامنی پھیلانے کے اہداف ومقاصد کیا ہیں؟۔

اس بات کے تو امارت اسلامیہ کے دشمن بھی قائل ہیں کہ طالبان دور حکومت میں افغانستان میں ایک بڑی افراتفری، بدامنی اور طوائف الملوکی کے بعد ایسا مثالی امن وسکون قائم تھا جس کا نظارہ افغانوں نے اپنی تاریخ میں کبھی نہیں کیا تھا۔ امن وسکون کا یہ حال تھا کہ صرافہ بازاروں اور کرنسی مارکیٹ میں نماز کے وقت صراف اپنی دکانیں بند کئے بغیر نماز پڑھنے جایا کرتے تھے، کسی کے وہم وگماں میں بھی نہ تھا کہ کوئی ان کو نقصان پہنچا سکے گا۔ لوگ طورخم سے گاڑی میں رقم رکھ کر تنہا چل پڑتے، ہرات اور دیگر دور دراز کے شہروں تک بلاخوف وخطر سفر کرتے۔ انہیں یہ خطرہ نہیں ہوتا تھا کہ کوئی ان کو لوٹ لے گا۔ کیونکہ یہاں کسی کی عزت وآبرو اور مال وجان کو نقصان پہنچانے کا تصور ختم ہوچکا تھا اور ہر کوئی امن وسکون اور اطمینان کی زندگی بسر کررہا تھا، اگرچہ یہاں بہتر زندگی کے وسائل کم تھے لیکن پھر بھی لوگ راحت وارام کی زندگی گزار رہے تھے۔ یہ ساری دنیا کے لیے عدل وانصاف سے بھرپور سچے اسلامی نظام کی عملی دعوت تھی اور اسی کی وجہ سے دنیا کے دیگر اسلامی ممالک کے لوگ اپنے اپنے ممالک کے لیے اسلامی نظام کا تصور لے رہے تھے۔ اسی لیے اسلام اور مسلمانوں کے ازلی دشمن امریکہ سمیت پورے مغرب کو یہ نظام عدل ہضم نہ ہوسکا ،انہوں نے افغانستان پر حملہ کرکے یہاں قبضہ جمالیا اور اس نظام کو ختم کیا، ملک پر دوبارہ ان لوگوں کو مسلط کیا جنہوں نے اس ملک کو ہزاروں ٹکڑوں میں بانٹ دیا تھا، ہر گاوں کا الگ الگ حاکم تھا، شہر وں میں کئی کئی حکمرانوں کا راج تھا، کوئی راستہ ان ڈاکوؤں سے محفوظ نہیں تھا، کسی کی جان محفوظ تھی نہ مال۔ باعفت اور باحیا خواتین انسانی بھیڑیوں سے اپنی عزت بچانے کے لیے اپارٹمنٹس سے چھلانگ لگانے پر مجبور تھیں۔

ملک کے غم خوار اور وفادار فرزندوں جن کو دنیا طالبان کے نام سے جانتی ہے نے اپنے جان ومال کی قربانی دے کر ان چوروں، لٹیروں اور زیادتی کرنے والوں کو ملک سے بھگایا اور اپنی عوام کو ان کے خونی پنجوں سے نجات دلادی۔ لیکن ظالم امریکہ نے دوبارہ انہی لوگوں کو قوم پر مسلط کیا اور دنیا کے سب سے پر امن ملک کو ایک بار پھر اُن ممالک کی صف میں لا کھڑا کیا جہاں امن وامان کی صورتحال انتہائی خراب اور ناقص ہے۔ یہی بیرونی قابضین اور ان کے کاسہ لیس ہیں کہ راتوں کو بے گناہ مظلوم افغانوں کے گھروں میں گھستے ہیں، ان کے مال واسباب کو لوٹتے ہیں، انہیں مارتے اور جیل لے کر جاتے ہیں، گھر، سکول، کالج، ہسپتال، مساجد، مدارس، جنازگاہیں حتی کہ شادی کی تقاریب پر بمباریاں کرتے ہیں۔ لیکن کوئی شخص یا قانون ان سے پوچھنے والا نہیں۔ اس لیے کہ انہوں نے اسٹریٹجک معاہدہ کے نام پر افغانوں کا خون بہانا اپنے لیے جائز قرار دیا ہے اور خود کو قانون سے مستثنیٰ کردیا ہے جس کا اعتراف کبھی کبھی کٹھ پتلی ادارے کے سربراہان بھی کرتے ہیں۔ چند دن پہلے سینٹ کے سربراہ فضل ہادی مسلم یار نے کہا کہ: " اسٹریٹیجک معاہدہ امریکہ نے اپنے مفادات کے لیے کیا ہے نہ کہ افغانستان میں امن لانے کے لیے، امریکہ نے کبھی بھی اپنے وعدوں کی پاسداری نہیں کی، اس نے افغانستان کے امن وامان کے حوالے سے جو وعدے کیے تھے انہیں نہ پورا کیا ہے اور نہ ہی آئندہ پورا کرنے کی کوئی نیت اور ارادہ رکھتا ہے"۔

اسی طرح کابل ادارے کی وزارت دفاع کے ترجمان نے بھی کہا ہے کہ ملی اردو اگر کمزور اور فساد میں ملوث ہے تو فوج تو امریکہ اور نیٹو نے بنائی ہے، یہ ان کے ہر عمل اور کام میں برابر کا شریک ہے۔

ہم جانتے کہ امریکہ اور دیگر قابض قوتیں بدامنی کو بہانہ بنا کر افغانستان میں اپنی بقا کو طول دے رہے ہیں اور پھر جب بدامنی کے حوالے سے اندیشہ کا اظہار کرتا ہے تو خود بری الذمہ ہو کر سارا ملبہ افغان قوم پر ڈال دیتا ہے جو ایک ناکام کوشش ہے۔ جب ان کے کاسہ لیس کہتے ہیں کہ بدامنی کے اصل ذمہ دار امریکہ اور دیگر قابض قوتیں ہیں تو عام مسلمان بدامنی کے ذمہ دار کس کو ٹھہرائیں گے؟۔

امریکہ سمیت تمام بیرونی غاصبین نے اپنی عوام اور دنیا کو بہلانے پھسلانے کی پوری کوشش کی لیکن کوئی فائدہ حاصل نہ کرسکے۔ ان میں ضمیر نام کی اگر کوئی چیز ہے تو چاہئے کہ اپنی ناکامی تسلیم کرلیں، اپنے مال وجان کو مزید ضائع نہ کریں اور اس قوم کو اپنا راستہ چننے کے لیے آزاد چھوڑدیں تاکہ یہاں ایک بار پھر امن وامان سے بھرپور نظام قائم ہو جس کے سایہ میں افغان قوم سکون کی سانس لے سکے۔

امارت اسلامیہ افغانستان کے زعیم

امیرالمؤمنین شیخ مولانا ہبۃ اللہ اخندزادہ حفظہ اللہ کا تعارف

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله رب العالمين. والعاقبة للمتقين. والصلاة والسلام على اشرف الأنبياء والمرسلين.وعلى آله و اصحابه ومن اهتدى بهديه وسار على نهجه اجمعين و بعد!

''مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَاعَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَنْ قَضَى نَحْبَهُ وَمِنْهُمْ مَنْ يَنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوا تَبْدِيلًا [23] لِيَجْزِيَ اللَّهُ الصَّادِقِينَ بِصِدْقِهِمْ وَيُعَذِّبَ الْمُنَافِقِينَ إِن شَاءَ أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ إِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُوراً رَحِيماً [24] (الاحزاب)

افغانستان جارحیت پسندوں کا قبرستان ہے۔ یہ خطہ معیاری عزت، بہادری اور قابل فخر تاریخ کا حامل اونچا مینار ہے۔ یہ تاریخ ساز شخصیات کا مسکن، جہاد، شہادت اور سرفروشیوں کی درس گاہ ہے۔

اس خطے میں تاریخ ساز غازیوں اور مجاہدین کے ساتھ ساتھ تبحر علماء، فقہاء، محدثین اور مفسرین سب نے اپنے اپنے دور میں علمی کارنامے سرانجام دیے ہیں۔ تاریخی خدمات منصہ شہود پر لائی ہیں۔

اگر افغانستان کے محمود غزنوی، شہاب الدین غوری اور احمد شاہ ابدالی نے ہندوستان کے آدھے برصغیر پر حکومت کی ہے، یہاں کے مسلمانوں کو ظالموں کے شر سے بچایا ہے تو دوسری جانب امام ابوداؤد سجستانی، شیخ الاسلام محمد بن محمد بن بکر خلمي، امام ابواللیث السمرقندي بلخي اور امام ابن حبان بُستی ایسے کبار علماء، فقہاء اور محدثین نے علم کے دیے جلائے ہیں۔ اسلامی دنیا کی فقاہت، علمیت اور درایت کے بہت سے روشن ستاروں کے خاندانوں نے افغانستان کے مختلف علاقوں کابل، ہلمند، ہرات اور بلخ سے خلافت اسلامیہ کے مراکز مکہ مکرمہ، بغداد اور دمشق کی جانب کوچ کیا۔ اور مسلمانوں کو فقہ، احادیث اور تفاسیر میں بڑی بڑی خدمات انجام دیں۔ فقہ کے عظیم امام حضرت ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور احادیث نبوی کے عظیم محدث اور راوی مکحول شامی رحمہ اللہ جیسی علمی شخصیات کا اصل انتساب بھی افغانستان کی طرف کیا جاتا ہے۔

ان تبحر علماء نے افغانستان میں اسلامی علوم کی تعلیم کے مشہور مراکز قائم کیے۔ ان میں تاریخ کے طویل دورانیے میں لاکھوں علماء فاضل ہو کر نکلے اور علمی خدمات کے لیے معاشرتی میدان میں قدم رکھا۔ افغانستان میں اسلامی علوم کی تعلیم کا یہ سلسلہ 202 ہجری میں شروع ہوا اور اب تک جاری ہے۔ اس سلسلے نے افغانستان میں دینی علوم کے احیاء اور ترویج میں بہترین کردار ادا کیا ہے۔ فقہ، اصولِ فقہ، حدیث، اصولِ حدیث، تفسیر، بلاغت، معانی اور صرف و نحو کے میدان میں اچھے اچھے علماء تیار ہوئے۔ افغانستان میں اس سلسلے کے علماء کا دیگر علماء کی نسبت امتیازی وصف یہ ہے کہ یہاں انہیں دینی علوم کے ساتھ اپنے مجاہد اساتذہ کی جانب سے دین کے دفاع کا درس بھی دیا جاتا رہا ہے۔ افغان غازیوں نے افغانستان کے اندر یا باہر کفار سے جتنی تاریخی جنگیں لڑی ہیں، ان سب میں مجاہد علماء کا کردار سب سے زیادہ اور واضح ہے۔

مثال کے طور پر 388ھ میں سلطان محمود غزنوی کے ہاتھوں ہندوستان کی فتح انہی علماء کی ہدایت اور رہنمائی کے طفیل وقوع پذیر ہوئی۔ 559ھ میں آدھے برصغیر پر سلطان شہاب الدین غوری کی حکومت کے دور میں یہی علماء تھے، جو غوری حکومت میں بڑے مناصب پر فائز رہے۔ جب 1160ھ میں افغانستان کے عظیم حکمران احمد شاہ ابدالی نے ہندوستان کے مسلمانوں کی مدد کے لیے اپنی فوجیں بھیجیں تو اس کی وجہ بھی انہی علماء کی جہادی سوچ اور ہدایات تھیں، جس نے انہیں اپنے مسلمان بھائیوں کی مدد کی اہمیت بتائی تھی۔

1254ھ میں افغانستان پر انگریزی جارحیت کے خلاف مزاحمت کرنے والے مجاہدین کی قیادت انہی جہادی علماء کے ہاتھوں میں تھی۔

شمسی ہجری تقویم کے مطابق جب 1357 میں افغانستان میں کمیونسٹوں نے روس کے اشارے پر حکومت کے خلاف بغاوت کی اور اس کے بعد روسی افواج نے افغانستان پر جارحیت کر دی تو ان کے خلاف بھی افغانستان کے مجاہد عوام کی قیادت اور کمان انہی علماء کے ہاتھ تھی۔ افغانستان میں 'امارت اسلامیہ' کے قیام کا اعزاز بھی انہی علماء کے حصے میں آیا ہے، جس کے پہلے زعیم امیرالمؤمنین ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ، دوسرے امیرالمؤمنین ملا اختر محمد منصور شہید رحمہ اللہ اور ان کے بعد امارت اسلامیہ کی زعامت کی ذمہ داری اس دور کے معروف اور صاحبِ علم شخصیت شیخ الحدیث مولانا ہبۃ اللہ اخندزادہ صاحب کے سپرد ہے۔ ذیل کی سطور میں ان کا تعارف اور حالات زندگی قارئین کی نذر کیے جا رہے ہیں۔

پیدائش و بچپن

شیخ الحدیث مولوی ہبۃ اللہ اخندزادہ حفظہ اللہ شیخ مولوی محمد خان کے صاحب زادے اور مولانا خدائے رحیم صاحب کے پوتے ہیں۔ انہوں نے 1387 ہجری میں رجب کی 15 تاریخ کو قندھار کے ضلع پنجوائی کے ایک گاؤں ناخونی کے ایک علمی اور دین دار خاندان میں آنکھ کھولی۔ اُن کی زندگی کا ابتدائی مرحلہ اپنے والد صاحب کی جانب سے علمی پرورش اور تربیت میں گزرا۔

> شیخ صاحب اپنی علمی اور معاشرتی زندگی میں کچھ خاص امتیازات رکھتے ہیں۔ اِنہیں امارت اسلامیہ کے تمام ذمہ داران ایک جامع شخصیت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے شہید امیرالمؤمنین کے انتخاب کے موقع پر شیخ صاحب نے مجاہدین کے اتحاد و اتفاق اور ان کی بیعت میں بنیادی کردار ادا کیا تھا۔ امیرالمؤمنین کی شہادت کے بعد امارت اسلامیہ کے تمام ارکان اور مجاہدین نے یقینی اتفاق کے ساتھ ان کی امارت پر اتفاق کیا اور سب نے بلا استثناء ان کی بیعت کر لی۔

خاندان

شیخ صاحب کا علمی خاندان علاقے کی سطح پر کئی نسلوں سے علم، فضیلت اور تقویٰ میں خاصی شہرت کا حامل ہے۔ اس علمی خاندان کا اصل مسکن افغانستان کے جنوب مغربی صوبے قندھار کا ضلع 'تختہ پل' رہا ہے۔ بعدازاں اِس خاندان نے قندھار کے ضلع پنجوائی کی طرف نقل مکانی کر لی۔ خود شیخ ہبۃ اللہ اخندزادہ کی پیدائش بھی یہیں کے ایک گاؤں 'ناخونی' میں ہوئی ہے۔ امیرالمؤمنین کے والد شیخ مولوی محمد خان کو اپنے ہم عصر علماء کے درمیان علمی اور فقہی اعتبار سے مشہور علمی شخصیت اور معاشرے میں خاص 'معاشرتی اعتماد' کا امتیاز حاصل رہا ہے۔ ایک عالم دین کے طور پر علاقے کے لوگوں کی علمی تربیت اور اصلاح میں ان کا خاص کردار تھا۔ انہوں نے تدریس، دعوت و تبلیغ اور اصلاح کی ذمہ داری کی بنیاد پر بہت سے شاگردین کی خدمت اور دفاع کے لیے تیار کیے۔

جب کمیونسٹوں نے نور محمد ترہ کئی کی قیادت میں بغاوت کی اور افغانستان کے سیاسی اقتدار پر اپنے پنجے مضبوط کیے تو مولوی محمد خان صاحب اپنے علاقے کی سطح پر ان اولین جہادی علماء میں سے تھے، جو کمیونسٹوں اور الحادی حکومت کے خلاف اٹھے تھے۔ علاقائی مسلمان پہلے سے ہی شیخ صاحب کی اسلامی تربیت اور دعوت سے متاثر تھے، اس جہادی اقدام میں شیخ صاحب کے ساتھ شریک ہوگئے۔ ملحد کمیونسٹوں کو یہ 'عوامی اُٹھان' اپنی نوزائیدہ حکومت کے خلاف شدید خطرہ محسوس ہو رہی تھی، اسی لیے وہ شیخ محمد خان کو منظر سے غائب کرنے کی فکر میں لگ گئے۔ حکومت کی سکیورٹی فورسز شیخ صاحب کو گرفتار کرنے کے لیے ان کے گھر اور مدرسے تک پہنچ گئیں، مگر اللہ کے فضل سے شیخ صاحب بچ نکلے۔ قبل اس سے کہ وہ شیخ صاحب کو گرفتار کرتے، شیخ صاحب نے قندھار کے ریگستانی علاقے 'ریگ' کی طرف ہجرت کی اور وہاں دیگر مجاہدین کے تعاون سے کمیونسٹوں کے خلاف جہاد کا آغاز کر دیا۔

مولوی محمد خان صاحب قندھار میں جہادی مزاحمت کی توسیع اور تدریجی کامیابی کے بعد واپس آبادی کی طرف آ گئے اور تادمِ مرگ اپنی جہادی و علمی خدمات جاری رکھیں۔ شیخ ہبۃ اللہ اخندزادہ اپنے والد صاحب کی وفات کے بعد خطے پر روسی جارحیت پسندوں کے وحشیانہ مظالم کی وجہ سے افغانستان کے دیگر لاکھوں شہریوں کی طرح اپنا گھر بار اور گاؤں چھوڑنے پر مجبور ہوگئے۔ انہوں نے پڑوس میں موجود خطے پاکستان کی طرف ہجرت کرلی۔ وہ صوبہ بلوچستان کے علاقے زنگل پیر علی زئی کے مہاجر کیمپ میں دیگر ہم وطنوں کے ساتھ افغانستان کی آزادی اور اسلامی حکومت کے قیام کی جدوجہد کو آگے بڑھانے کے لیے مہاجرانہ زندگی گزارنے لگے۔

دینی تعلیم

شیخ ہبۃ اللہ اخندزادہ مولوی محمد خان صاحب کی نرینہ اولاد میں دوسرے نمبر پر تھے۔ انہوں نے اپنے والد صاحب سے دینی تعلیم کا آغاز کیا تھا۔ قرآن کریم کی قراءت، فقہی مبتدیات، صرف، نحو، عربی ادب، معانی اور اصولِ فقہ کی دوسرے درجے تک کی کتابیں اپنے والد سے پڑھیں۔ بعدازاں سابعہ تک کی تعلیم کے لیے علاقے کے مشہور مدارس اور جامعات کا رخ کیا، جہاں انہوں نے تمام مروجہ علوم وفنون کی تکمیل کی، جب کہ دورۂ حدیث 1411 ہجری میں علاقے کے مشہور علماء شیخ الحدیث مولوی محمد جان آغا صاحب اور شیخ الحدیث مولوی حبیب اللہ صاحب سے کیا تھا۔

جہادی وسیاسی سرگرمیاں

جب شیخ صاحب دینی تعلیم کے آخری مراحل میں تھے، افغانستان میں روسی جارحیت پسندوں کے خلاف مسلح مزاحمت کا محاذ بہت گرم تھا۔ یہ ایسا دور تھا کہ جہاں ہر افغان جوان، بالخصوص علمی خانوادوں کے فرزند جہادی محاذوں میں روسی جارحیت پسندوں کے خلاف آمادۂ پیکار تھے۔ شیخ ہبۃ اللہ اخوندزادہ سب سے بڑھ کر روسی جارحیت کے خلاف جہادی اور فکری مقابلے کے لیے تیار تھے۔ انہوں نے اپنے تعلیمی سفر کے دوران بھی جہاد میں شرکت کے لیے وقت متعین کر رکھا تھا۔ شیخ صاحب مدارس کی سالانہ تعطیلات میں قندھار کے مشہور جہادی کمانڈر ملا حاجی محمد اخند کے محاذ پر جاتے اور وہاں عملاً سوویت ریچھوں کے خلاف جہاد میں دادِ شجاعت دیتے۔ ملا حاجی محمد اخند کا جہادی محاذ افغانستان کے جنوب مغرب میں ایک مشہور مرکز تھا، جہاں امارت اسلامیہ کے دیگر مسئولین اور رہنماء؛ امیر المؤمنین شہید ملا اختر محمد منصور امارت اسلامیہ کے اہم رکن الحاج ملا محمد حسن اخوند و دیگر حضرات بھی خدمات انجام دے چکے تھے۔ اس محاذ پر جہاد کے اوائل میں مولوی محمد نبی محمدی مرحوم کی قیادت میں

حرکتِ انقلابِ اسلامی سے تعلق رکھتے تھے، بعدازاں وہ مولوی محمد یونس خالص کی قیادت میں حزبِ اسلامی میں شامل ہو گئے۔

شیخ ہبۃ اللہ صاحب جہادی محاذ کے اہم ارکان میں ایسی شخصیت تھے، جو تنظیم کے اہم کارکنوں اور مجاہدین کے درمیان علمی اور جہادی حوالے سے ممتاز حیثیت رکھتے تھے۔ انہوں نے روسی جارحیت پسندوں کے خلاف جنگ کے دوران امارت اسلامیہ کے سابق سربراہوں؛ امیر المؤمنین ملا محمد عمر مجاہد اور شہید امیر المؤمنین ملا اختر محمد منصور کے ساتھ جہادی معرکوں میں عملاً حصہ لیا، جس میں وہ زخمی بھی ہوئے۔ تب جنوب مغربی علاقوں میں، خصوصاً قندھار کے مجاہدین اپنے محاذوں اور مراکز کو 'اطاق' کہتے تھے۔ شیخ صاحب کبھی کبھی اطاق کی سرپرستی بھی کرتے، مگر ان کا زیادہ وقت جہادی امور اور مجاہدین کی علمی رہنمائی اور تربیت میں گزرتا۔

شیخ صاحب جہادی تنظیموں میں شرکت کے دور میں بھی زیادہ توجہ اس بات پر دیتے کہ مجاہدین کی الحاد اور دیگر غلط افکار کے خلاف علمی اور فکری اعتبار سے تربیت ہونی چاہیے۔ کیوں کہ ملحد کمیونسٹوں اور ان کے سرپرست روسیوں نے افغانستان پر جارحانہ کارروائی کے ساتھ ساتھ فکری جارحیت بھی کی ہے۔ بسا اوقات فکری جارحیت کا مقابلہ عسکری مقابلے سے زیادہ اہم اور ضروری ہوتا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ شیخ صاحب تنظیم میں بھی اور مدرسے میں بھی مجاہدین کی فکری تربیت کا زیادہ اہتمام کرتے تھے۔ انہوں نے اس حوالے سے خاصی کارکردگی کا مظاہرہ کیا۔

شرعی علوم میں تدریسی امتیاز

شیخ ہبۃ اللہ شرعی علوم، بالخصوص فقہ، اصولِ فقہ، تفسیر اور حدیث کی تدریس میں خصوصی مہارت اور صلاحیت رکھتے ہیں۔ انہوں نے 1411ھ میں فراغت کے بعد سے اب تک تمام تر جہادی مصروفیات کے ساتھ ساتھ مذکورہ علوم کی تدریس بھی جاری رکھی اور اس حوالے سے ان کے شاگردوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ انہیں شیخ صاحب کا 'لقب' صحاح ستہ اور اصول حدیث کی تدریس میں امتیازی حیثیت کی وجہ سے ملا ہے۔ ان کی سندِ حدیث شیخ الحدیث مولوی محمد جان آغا صاحب اور شیخ الحدیث مولوی حبیب اللہ صاحب کے توسط سے متصلاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتی ہے۔

تحریکِ طالبان میں تاسیسی کردار

جب افغانستان سے روسی جارحیت پسندوں کے نکلنے اور کمیونسٹ انتظامیہ کے خاتمے کے بعد تنظیمی جھگڑے شروع ہوئے تو شیخ ہبۃ اللہ صاحب اپنی تنظیم کے دیگر ارکان کی طرح باہمی چپقلشوں اور فسادات سے دور اپنے علمی اور اصلاحی کاموں میں مشغول رہے۔ باوجود اس یہ کہ قندھار تنظیموں جھگڑوں کے باعث میدانِ جنگ بن گیا تھا۔ بہت سے کمانڈر اِن جنگوں میں مصروف ہوگئے، مگر شیخ صاحب ایک جہادی تنظیم کے علمی استاد اور مربّی کی حیثیت سے اِن تنازعات سے ہٹ کر اپنے علمی اور اصلاحی کاموں کی جانب متوجہ رہے۔ جب اِن فسادات کے خلاف مرحوم ملا محمد عمر مجاہد کی قیادت میں طالبان کی اسلامی تحریک سامنے آئی تو شیخ ہبۃ اللہ صاحب تحریک کے مؤسس اور ایک جہادی ساتھی کے طور پر آغاز سے ہی امیر المؤمنین رحمہ اللہ کے شانہ بشانہ کھڑے ہو گئے۔ جنوب مغربی خطے میں تحریک طالبان کی پیش قدمی کے بعد تحریکی قیادت کی جانب سے انتظامی سلسلے کے طور پر قندھار میں فوجی عدالت بھی قائم کی گئی۔ اس عدالت میں افغانستان کی سطح پر مشہور علمی اور فنی شخصیات کو جمع کیا گیا، جن میں سے ایک شیخ ہبۃ اللہ اخندزادہ صاحب بھی تھے، جنہیں تحریک کی قیادت سابق جہادی دور میں اِن کی امتیازی علمیت، فقاہت اور تقویٰ وطہارت کی وجہ سے پہچانتی تھی۔

فوجی عدالت کی سربراہی

جب 1994 میں دارالحکومت کابل مجاہدین کے ہاتھوں فتح ہوا تو شیخ صاحب کو امیر المؤمنین ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ کے خصوصی فرمان پر فوجی عدالت کا سربراہ متعین کیا گیا۔ کابل میں فوجی عدالت کی تجدید اور اس میں مطلوبہ اصلاحات کے بعد مشرقی علاقوں میں فوجی عدالت کی ذمہ داری اِنہیں سونپی گئی۔ مشرقی علاقوں، خصوصا ننگرہار میں فوجی عدالت سے متعلق دو سالہ کارکردگی کے بعد امیر المؤمنین ملا محمد عمر مجاہد کے حکم پر کابل آئے اور یہاں امارت اسلامیہ کے دورِ حکومت کے آخر تک فوجی عدالت کے ذمہ دار کی حیثیت سے رہے۔

فوجی عدالت کی ذمہ داری؟

امارت اسلامیہ کی حکومت کا ایک بڑا امتیازی کارنامہ افغانستان میں امن کا قیام تھا۔ امارت اسلامیہ کا دورِ حکومت مثالی امن کے قیام کی وہ واضح حقیقت ہے، جس کا اعتراف دشمن بھی کرتا ہے۔ قیامِ امن کی خاص وجہ وقوع پذیر ہونے والی دیگر اصلاحات کے ساتھ حدود اللہ کا نفاذ تھی۔

جب امارت اسلامیہ کا سارا نظام، انتظام، دفاع اور عدالت جیسے تمام اہم امور کے ذمہ داران کام اور تجربے کے اعتبار سے نئے تھے، ان کے سکیورٹی وسائل بھی نہ ہونے کے برابر تھے، لیکن اِنہی شرعی حدود کے نفاذ کی برکت تھی کہ جس خطے کے دو عشرے جنگ اور بدامنی کی نذر ہو چکے تھے، وہاں ایسا امن قائم ہوا، جس کا اعتراف دوست اور دشمن سب نے کیا ہے۔ خدا کی زمین پر شرعی حدود کا نفاذ اس وقت امن کے قیام کا باعث ہوتا ہے، جب اس کا نفاذ شریعت کے مزاج و مذاق کے موافق ہو۔ یہی وجہ تھی کہ امارت اسلامیہ کی زیادہ توجہ اس بات پر رہی کہ عدالتی اداروں کی سربراہی ایسے افراد کے سپرد کی جائے، جو قرآن و حدیث اور علومِ شرعیہ کی روشنی میں شرعی حدود کے فلسفے سے باخبر ہوں۔ امارت اسلامیہ میں حدود کے نفاذ کی تمام تر ذمہ داری عدالتوں کو سونپی گئی تھی۔ جب کہ جہادی محاذوں پر دفاعی قوتوں کے مواخذے و اصلاح کی ذمہ داری بطور خاص فوجی عدالت کو دی گئی تھی۔ اس لیے فوجی عدالت کی ذمہ داری کے لیے سوچا جا رہا تھا کہ ایسے شخص کا انتخاب کیا جائے، جو شرعی علوم اور پیشہ ورانہ مہارتوں کے اعتبار سے اس اہم منصب کی صلاحیت رکھتا ہو۔ دوسری طرف ایسے اہم مناصب پر تقرری کے لیے دو چیزیں اہم ہیں:

جہادی علم اور عمل

شیخ ہبۃ اللہ صاحب اپنے ہم مسلک معاصرین کے اعتراف کے مطابق اِن دونوں خصوصیات سے بہرہ ور ہیں۔ یہی وجہ تھی اُنہیں امیر المؤمنین کی جانب سے فوجی عدالت کی سربراہی جیسے حساس منصب کے لیے منتخب کیا گیا۔ مرحوم امیر المؤمنین رحمہ اللہ کے اس انتخاب میں کچھ مصلحتیں بھی پوشیدہ تھیں، جن کی جانب ذیل میں اشارہ کیا جا رہا ہے۔ دارالحکومت کابل میں فوجی عدالت سب سے اہم ادارہ تھا، جسے حدود کے نفاذ کے اختیارات دیے گئے تھے۔ نفاذِ حدود جتنا اہم اور معاشرے کی اصلاح کا باعث بنتا ہے، اتنا ہی نافذ کرنے والے کے لیے علم و فقاہت اور سنجیدگی و دقتِ نظر کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ اسی طرح حدود نافذ کرنے والا شخص مذکورہ بالا صفات کے ساتھ ساتھ پوری طرح سے انسانی شفقت اور ہمدردی سے بھی بہرہ ور ہونا چاہیے۔

مرحوم امیر المؤمنین رحمہ اللہ نے یہ امتیازی اوصاف شیخ صاحب میں محسوس کر لیے تھے، اس لیے اِنہیں یہ اہم ذمہ داری سونپی گئی۔ یہی وجہ تھی جب بھی فوجی عدالت میں اس کے قاضیوں اور مفتیوں کی جانب سے کسی مجرم کے متعلق قصاص کا حکم جاری کیا جاتا تو شیخ صاحب سب سے پہلے ورثاء سے قاتل کے لیے معافی کا مطالبہ کرتے۔ اُنہیں اسلامی شریعت کے حوالے سے معافی بارے اللہ تعالی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودہ فضائل و ثواب بتا کر قاتل کے لیے معافی کا راستہ بناتے۔ اس معافی

کے لیے قصاص کی جگہ پر حاضر ہونے والے دیگر بڑوں، بزرگوں اور علماء سے بھی مدد طلب کرتے۔ اُنہیں مقتول کے ورثاء کے پاس سفارش کے لیے لے جاتے۔

وہ مقتول کے ورثاء سے ایک حکومتی ذمہ دار کی حیثیت سے نہیں، بلکہ ایک مذہبی رہنما کی حیثیت سے قاتل کے لیے معافی طلب کرتے۔ بہت سے مواقع پر ان کی اسی ہمدردی اور کوششوں کی برکت سے ایسے افراد، جن کے بارے قصاص کا حکم جاری کر دیا گیا تھا، انہیں مقتولین کے خاندان کی جانب سے معاف کر کے اچھی زندگی گزارنے کا موقع دیا گیا۔ اسی طرح جب جرائم میں ملوث افراد بارے قاضی اور جج کوئی حکم سناتا تو اس کے واقعاتی ثبوت ڈھونڈنے کے لیے تمام تر فقہی اصولوں اور قواعد کی رعایت کے لیے پوری محنت سے کام لیا جاتا۔ شریعت کے قاعدے "الحدود تندرئ بالشبہات" (شرعی حد شبہ سے ساقط ہو جاتی ہے) کے مطابق مجرم کو سزا سے بچانے کے لیے کوئی نکتہ تلاش کیا جاتا۔ مذکورہ حقائق سے یہ واضح ہوتا ہے کہ شیخ ہبۃ اللہ امارت اسلامیہ کے دورِ حکومت میں بااختیار عدالتی سربراہوں میں سے تھے، جو شرعی احکامات کی تطبیق میں انتہائی محتاط، سنجیدہ اور مہربان و ہمدرد ذمہ دار کے طور پر اپنا کردار ادا کر رہے تھے۔ اِن صفات سمیت دیگر بہت سے اوصاف کی وجہ سے اِنہیں امارت اسلامیہ کا امیر نامزد کیا گیا تھا۔

غاصبوں کے خلاف دوبارہ جہادی کردار

جب 2001 میں امریکی جارحیت پسندوں نے مغربی اتحادیوں کے ساتھ افغانستان پر یلغار کی اور امارت اسلامیہ کی قیادت نے مناسب وقفے کے بعد جارحیت پسندوں کے خلاف مجاہدین کو دوبارہ منظم اور متحد کیا تو شیخ ہبۃ اللہ اخوندزادہ صاحب دیگر ذمہ داران کے ساتھ جہادی تیاری کے اس حساس مرحلے میں اپنا مؤثر کردار ادا کر رہے تھے۔ جب امریکا کی بہت زیادہ نگرانی اور جاسوسی نظام کے باعث ہر طرح کی جہادی سرگرمی کو عمل میں لانا تقریباً ناممکن تھا، تب بھی شیخ ہبۃ اللہ صاحب چند دیگر مجاہدین، شیوخ اور علمائے کرام کے ساتھ اس حساس مرحلے پر بھی مجاہدین کی تنظیم اور ترتیب میں ناقابل فراموش کردار ادا کر رہے تھے۔

شیخ غلام حیدر صاحب مرحوم، شیخ عبدالسلام شہید اور محترم شیخ عبدالحکیم حفظہ اللہ، شیخ ہبۃ اللہ صاحب کے ساتھ اس تاریخی خدمت میں ایک جگہ رہے، جنہوں نے مسلمانوں کو صلیبی جارحیت کے خلاف جہادی محاذوں کی طرف بلایا۔ علمی لحاظ سے قرآنی ارشادات اور نبوی فرامین بیان کر کے انہیں اللہ تعالی کے کلمے کی سربلندی اور دین و عقیدے کے دفاع کے لیے تیار کیا۔ امریکی قیادت میں عالمی صلیبی اتحاد کے مقابلے میں نہتے اور جنگ زدہ افغانوں کو جہاد کے لیے نئی اُٹھان دینا کوئی آسان کام نہ تھا۔ اس لیے کہ یہی افغان روسی جارحیت کے وقت بھی جہاد اور اسلام کے دفاع کے لیے ڈیڑھ ملین شہداء، 7 ملین مہاجرین اور لاتعداد قیدیوں، زخمیوں اور معذوروں کی صورت میں قربانی دے چکے تھے، مگر بدقسمتی سے کچھ تنظیمی قائدین کے اختلافات اور جنگوں کی وجہ سے یہ قربانیاں ضایع ہو گئیں، جس کی وجہ سے تمام افغان عوام شدید پریشانی اور مایوسی کا شکار ہوئے۔

شیخ ہبۃ اللہ صاحب اور ان کے اولوالعزم ساتھیوں کی اَن تھک کوششوں، بیانات اور عام فہم دلائل کی برکت تھی کہ بے انتہاء مایوسی اور تھکاوٹ کے باوجود صلیبی جارحیت پسندوں کے خلاف افغانوں کا جذبۂ جہاد پھر سے زندہ ہو گیا۔ انہوں نے نہتے ہو کر بھی امریکا کی قیادت میں جمع عالمی کفریہ اتحاد کے خلاف جہاد کا آغاز کر دیا۔ اس مزاحمت کے دوران افغان مسلمانوں نے دنیا کو دکھا دیا کہ وہ جتنے بھی تھک جائیں، جیسے بھی نہتے ہو جائیں، پھر بھی کفار کے خلاف جہاد جاری رہے گا۔ اِنہیں اس پر مکمل اعتماد ہے کہ باطل کے خلاف آخری فتح اِنہی کی ہو گی... "و کان حقاً علینا نصر المؤمنین"

صلیبی جارحیت پسندوں کے خلاف مزاحمت کے دوران مجاہدین کی پشت پر شیخ ہبۃ اللہ صاحب جیسے باعزم علماء کی کوششیں اور دعائیں تھیں، جن کی وجہ سے مجاہدین نے نہتے ہو کر بھی صلیبی اتحاد اور سب سے بڑے فوجی معاہدے کو تاریخی شکست دی۔ اس مزاحمت کے 15 سالہ دورانیے میں شیخ صاحب نے دعوت و ارشاد کی ذمہ داری سے لے کر عدالتوں کے عمومی دفتروں سمیت مختلف مناصب پر رہ کر کام کیا۔

امارت اسلامیہ میں نیابت

جب 2016 میں امارت اسلامیہ کی رہبری شوری کی جانب سے مرحوم امیر المؤمنین ملا محمد عمر مجاہد کی وفات کا اعلان کیا گیا اور شہید ملا اختر محمد منصور کو امیر کے طور پر متعین کیا گیا تو شیخ صاحب کو شہید رحمہ اللہ کا معاون مقرر کیا گیا۔ شہید امیر المؤمنین ملا اختر محمد منصور کو اپنی خدداد صلاحیت کی بنا پر اشخاص اور ذمہ داران کے تعین و انتخاب میں خاص مہارت تھی۔ وہ امارت اسلامیہ کے تقریباً تمام ذمہ داران کو ذاتی طور پر جانتے تھے۔ سب کو ان کی استعداد اور قوتِ فہم کے مطابق ذمہ داریاں دیتے تھے۔ اِنہی ذمہ داران میں سے ایک اہم فرد شیخ ہبۃ اللہ صاحب تھے، جنہیں شہید امیر المؤمنین نے ان کی علمی صلاحیت اور امارت اسلامیہ کے مجاہدین کے درمیان اجتماعی وجاہت کی بنا پر امارت اسلامیہ کی انتظامی تشکیلات میں انہیں معاون منتخب نامزد کیا تھا، تاکہ اس اہم منصب پر ان کی پختہ علمی استعداد سے عالمِ اسلام کو فائدہ پہنچایا جائے۔ شہید امیر المؤمنین کے اس انتخاب سے ایک اہم اور بنیادی فائدہ یہ ملا کہ امارت اسلامیہ کے تمام عسکری اور انتظامی حکام میں اجتماعیت اور یکجہتی برقرار رہ گئی۔ شیخ صاحب ہبۃ اللہ دس ماہ تک امارت اسلامیہ کے نائب امیر کی حیثیت کام کرتے رہے ہیں۔ اسی دوران امارت اسلامیہ کو امریکا اور اس کے حامیوں کی جانب سے شدید مشکلات کا سامنا رہا۔

امارت اسلامیہ کے بانی کی وفات کے بعد کچھ لوگوں نے نئے امیر کے خلاف 'رائے' اختیار کر لی۔ اُنہیں علمی لحاظ سے مطمئن اور اصلاح کرنے کے لیے شیخ ہبۃ اللہ صاحب کا کردار انتہائی قابل ذکر ہے۔ امارت اسلامیہ کے اس تاریخی مرحلے پر شیخ صاحب نے بہت کوششیں کیں۔ مجاہدین کی وحدت اور اتحاد کے لیے علماء، قومی رہنماؤں اور جہادی شخصیات سے متعدد ملاقاتیں کیں۔ شیخ صاحب تمام تر مجالس میں مجاہدین کو وحدت اور اتفاق و اتحاد پر زور دیتے رہے۔ یہی دور تھا، جب شہید امیر المؤمنین ملا اختر محمد منصور رحمہ اللہ کی قیادت میں شیخ صاحب اور دیگر شیوخ اور علمائے کرام کی کوششوں کی برکت سے خدا تعالی نے امارت اسلامیہ کی متحد صف کو تفرق وانتشار سے بچا لیا۔ امارت اسلامیہ کی رہبری شوری کے ارکان بیک زبان امیر المؤمنین کے ساتھ کھڑے ہو گئے اور افغانستان کے 34 صوبوں میں صوبائی گورنرز، عسکری ذمہ داران، عوامی رہنماؤں اور عوام کے تمام طبقات نے ان کی حمایت کی۔ جارحیت پسندوں اور ان کے حامیوں کے خلاف جہاد جاری رکھنے پر بیعت کی گئی۔

امیر المؤمنین کے طور پر

جب 1437ھ میں 14 شعبان المعظم کو امیر المؤمنین ملا اختر محمد منصور رحمہ اللہ امریکی ڈرون حملے میں شہید کیے گئے تو رہبری شوری کی طرف سے اتفاقِ رائے کے ساتھ شیخ ہبۃ اللہ صاحب کو امارت اسلامیہ کے امیر، خلیفہ سراج الدین حقانی اور مولوی محمد یعقوب مجاہد کو معاونین کی حیثیت سے متعین کیا گیا۔ شیخ صاحب کا امارت اسلامیہ کے امیر کی حیثیت سے تقرر جہادی مصالح کے نفاذ، جارحیت پسندوں اور ان کے حامیوں کے خلاف جہاد کی روانی اور امارت اسلامیہ کی صف کو متحد رکھنے کے سب سے اہم ذریعہ اور وسیلہ ہے۔ باوجود یہ کہ رہبری شوری کے ارکان میں بہت سے ایسے افراد بھی موجود تھے، جنہیں بہت زیادہ عسکری اور سیاسی

شہرت حاصل تھی، مگر ان سب نے اتفاق رائے سے شیخ صاحب کو ان کے علمی اور جہادی استحقاق اور جہادی صف کے اتحاد کی خاطر انتخاب کا زیادہ حق دار قرار دیا۔ کیوں کہ شیخ صاحب امارت اسلامیہ کے تمام ارکان، ذمہ داران اور عام مجاہدین کے دلوں میں موجود خصوصی محبت کی وجہ سے سب کے لیے انتہائی قابل قدر اور قابل اعتماد شخص سمجھے جاتے ہیں۔ اللہ تعالی نے انہیں تمام ذمہ داران اور مجاہدین کو اپنے گرد جمع کرنے کی خاص صلاحیت عطا فرمائی ہے۔

شیخ صاحب کا مذہبی و فکری زاویہ نگاہ

شیخ ہبۃ اللہ صاحب افغانستان کے دیگر علماء جیسے ایک مذہبی عالم اور اہل السنت و الجماعت میں حنفی مذہب کے پیروکار ہیں۔ سنتوں کا اتباع اور سلف صالحین کا راستہ ان کا فکری منہج ہے۔ مسلمانوں کے درمیان ہر طرح مذہبی، فکری اور تنظیمی تعصبات سے بے پرواہ، بدعات اور خرافات کے شدید مخالف ہیں۔ امارت اسلامیہ کے اتحاد کو مسلمانوں کی کامیابی کا راز اور تفرقہ و انتشار کو ہر برائی کا سبب سمجھتے ہیں۔ مطالعے کا خاص موضوع رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور جہادی زندگی ہے۔ یہی وجہ تھی، جب 1999 میں بیت اللہ شریف فریضۂ حج کی ادائیگی کے لیے گئے تو مناسکِ حج کی ادائیگی کے بعد مدینہ منورہ میں جبلِ احد اور جبلِ رماۃ کے تاریخی مقام دیکھنے کا شوق بہت تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہیں تاریخی غزوہ کے موقع پر زخمی ہوئے تھے اور حضرت سید الشہداء حمزہ رضی اللہ تعالی عنہ اسی میدان میں شہید کیے گئے تھے۔

روزمرہ زندگی کی چند خصوصیات

شیخ صاحب اپنی علمی اور معاشرتی زندگی میں کچھ خاص امتیازات رکھتے ہیں۔ انہیں امارت اسلامیہ کے تمام ذمہ داران ایک جامع شخصیت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے شہید امیر المؤمنین کے انتخاب کے موقع پر شیخ صاحب نے مجاہدین کے اتحاد و اتفاق اور ان کی بیعت میں بنیادی کردار ادا کیا تھا۔ امیر المؤمنین کی شہادت کے بعد امارت اسلامیہ کے تمام ارکان اور مجاہدین نے یقینی اتفاق کے ساتھ ان کی امارت پر اتفاق کیا اور سب نے بلا استثناء ان کی بیعت کر لی۔ شیخ صاحب گزشتہ دس سالوں سے مسلسل قرآن کریم کی تفسیر اور احادیث شریف کا درس دے رہے ہیں۔ اب تک بے شمار علماء اور شاگرد ان کی جامع علمیت کے ساتھ ساتھ بیان کی اچھی فصاحت سے بہرہ ور ہیں۔ آپ بہت آسان اور عام فہم اسلوب میں مقابل فریق کو مطمئن کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ اپنے فیصلوں اور ارادوں کے نفاذ میں بہت یقینی، واضح اور پُرعزم ہیں۔ مجلس میں اکثر خاموش رہتے ہیں، مگر ضرورت کے موقع پر ان کی مختصر باتیں بہت مؤثر ہوتی ہیں۔ باوجود یہ کہ وہ اپنی زندگی کی پانچویں دہائی میں ہیں، مگر جہادی تربیت سے انہیں خاص محبت ہے۔ سنجیدگی، وقار اور اسلامی ہمدردی ان کی زندگی کے بنیادی امتیازات میں سے ہے۔

امیر المؤمنین حفظہ اللہ کی زندگی بہت سادہ اور بے تکلف ہے۔ کھانے، پینے اور لباس و رہائش میں تکلف کا کوئی اثر نظر نہیں آتا۔ انہیں دیکھنے پر لوگ ایسا محسوس کرتے ہیں جیسے وہ اپنے مہربان بڑے بھائی یا مشفق رہنما سے مل رہے ہیں۔ جہادی امور کا اہتمام بہت دقتِ نظر سے کرتے ہیں۔ موجودہ ایام میں مطالعہ و تدریس کی جگہ زیادہ وقت جہادی امور کی تنظیم، تنسیق اور ترتیب میں گزرتا ہے۔

ترتیب و تالیف: شعبۂ تاریخ اطلاعاتی کمیشن

14/ ربیع الاول 1438ھ

14/ دسمبر 2016ء

شام، روس، امریکا اور مظلوم مسلمان

حسن مومند

حلب میں نہتے مظلوم مسلمانوں کے خلاف وحشیانہ مظالم کا سلسلہ جاری ہے۔ حلب اقوام متحدہ کے ادارے سلامتی کونسل سمیت تمام تر انسانی معاشرے کی سراسر ناکامی، بے بسی اور بے حسی کی زندہ تصویر ہے۔ گزشتہ 5 سالوں میں شام کی جنگ کے حوالے سے سلامتی کونسل نے جتنے اجلاس طلب کیے ہیں، موجودہ تاریخ میں شاید کسی مسئلے کے لیے طلب نہیں کیے گئے، مگر اس کے باوجود مسئلۂ شام کے حل کے لیے پیش کی گئی جتنی تجاویز روس کی جانب سے ویٹو کی گئی ہیں، اس کی مثال بھی ماضی میں کہیں نہیں ملتی۔ اس سلسلے کا آخری اتفاق رائے بھی روس نے ویٹو کر دیا تھا، جس کا مقصد صرف اور صرف وقتی فائر بندی، حلب شہر پر روسی اور بشار الاسد فوج کی بمباری روکنا تھا۔ لاکھوں محصور افراد کو غذا اور ادویات پہنچانا تھا۔ زخمیوں کو نکلنے کا راستہ فراہم کرنا تھا۔ ایسا لگتا ہے روس تب تک حلب پر بمباری کرتا رہے گا، جب تک یہ شہر بشار الاسد کے قبضے میں نہیں آجاتا۔

جب عرب بہار کے نام سے حکومتوں کے خلاف عوامی تحریکوں کا سلسلہ شروع ہوا تو شامی عوام کی اکثریت نے احتجاج کا راستہ اختیار کیا۔ انتخابات کے ذریعے اکثریت کی نمائندہ حکومت کے قیام کا مطالبہ کیا گیا۔ تب بشار الاسد حکومت کے خلاف بغاوت کے لیے امریکا اور دیگر مغربی ممالک نے مکار میڈیا کے ذریعے شامی عوام کو مزید تھپکیاں دینا شروع کر دیں۔ کہتے تھے: اب وہ وقت آ پہنچا ہے کہ بشار الاسد حکومت کا خاتمہ ہو سکے۔ شام میں ایک منتخب حکومت قائم ہوگی۔ بشار الاسد کی جانب عوام پر وحشیانہ مظالم کا سلسلہ شروع ہونے پر شام میں خانہ جنگی شروع ہوگئی، جس کے بارے تقریباً تمام تجزیہ کاروں نے پہلے سے پیش گوئی کر رکھی تھی۔ اس کے بعد شامی عوام کو بشار کے مظالم سے بچانے کے لیے کوئی بھی آگے نہیں آیا۔

جب امریکی اور مغربی میڈیا پر باغیوں کی حمایت اور بشار حکومت کے خلاف پروپیگنڈا کیا جا رہا تھا کہ اب منتخب حکومت کے قیام کا وقت آ چکا ہے تو اس زہریلے پروپیگنڈے سے بھی بشار الاسد نے عوام کے خلاف اپنی وحشت میں اضافہ کیا تھا۔ خطے کے دیگر ممالک بھی کسی نہ کسی طرح اس میں ملوث ہونے لگے۔ ایک جانب ایران نے بشار الاسد کو بچانے کے لیے اپنی فوج شام بھیجی اور شیعہ ملیشیا کے گروپوں کو بھی ان کی حمایت میں لڑنے کے لیے تیار کیا، جس میں حزب اللہ سرِ فہرست ہے۔ دوسری جانب عرب دنیا تھی، جسے ایران کی مداخلت نے شدید گھبراہٹ میں مبتلا کر دیا تھا۔ اُس نے بشار الاسد کے خلاف اٹھنے والے سُنیوں کی حمایت شروع کر دی۔ مختلف راستوں سے انقلابی راستہ اختیار کرنے والوں کی مدد بھی کی جا رہی ہے اور بشار الاسد سے بھی مطالبہ کیا گیا ہے کہ اقتدار سے دست بردار ہو جائے۔

جس دن سے شامی عوام کے مطالبے کے خلاف بشار الاسد کا ردِ عمل سامنے آیا ہے، اسی دن سے خانہ جنگی کی بنیاد رکھ دی گئی ہے۔ جب سے ایران اور سعودی عرب جیسے ممالک کی مداخلت سامنے آئی تو جنگ کو شیعہ سنی رنگ مل گیا ہے۔ بہت سے تجزیہ کاروں کا خیال ہے کہ شام کے انقلابی مسلح جنگ کے حامی نہ تھے، بلکہ بشار الاسد نے طاقت کے بل بوتے اُنہیں مسلح جنگ کے لیے مجبور کیا تھا۔ ایک طرف ان پر حد سے زیادہ تشدد کیا گیا، دوسری طرف ان کے لیے بیرون ممالک سے اسلحے اور مجاہدین کی کمک کا راستہ بند نہیں کیا، تاکہ جب بشار الاسد ان کے خلاف طاقت کا استعمال کرے تو دنیا اسے قصوروار نہ ٹھہرائے۔ دنیا اسے کریڈٹ دے کہ دہشت گردوں کے خلاف کارروائی ہو رہی ہے۔ ایسا ہی ہوا۔ مغرب کے کئی سیاسی قائدین اور میڈیا یہی کہتا ہے کہ بشار الاسد اس لیے حمایت کے قابل ہے کہ القاعدہ اور داعش جیسے بڑے جنگجوؤں کے خلاف لڑ رہا ہے۔ بشار الاسد کو اپنی معیشت، فوج اور بہت زیادہ جنگی وسائل پر غرور تھا۔ اس لیے اس نے نہیں سوچا کہ ایک چھوٹا سا گروپ اتنا مضبوط ہو جائے گا کہ ملک کا ایک حصہ حکومت سے طاقت کے بل چھین لے گا۔ شامی مجاہدین توقعات کے برخلاف بہت تیزی سے منظم ہو گئے۔ اسدی فوج نے ان کے خاتمے کے لیے بہت تیزی سے اقدامات کیے، مگر کچھ فائدہ نہیں ہوا۔ دنیا نے دیکھا کہ بہت کم وقت میں مجاہدین نے بڑے علاقے اور شہروں پر قبضہ کر لیا۔

شامی مجاہدین شریعت کے پابند اور جہادی اہداف کے لیے بہت پُر عزم ہیں۔ عوام کے بہت خیر خواہ اور رحم کرنے والے ہیں۔ اس لیے وہ بہت تیزی سے عوام میں مقبول ہونے لگے۔ امید روز بروز بڑھنے لگی کہ مجاہدین شام کے اقتدار پر حاکم ہو جائیں گے۔ شام کو بشار الاسد کے مظالم سے نجات مل جائے گی، مگر بد قسمتی سے شام میں داعش پیدا ہو گئی۔ اس نے شام کے مجاہدین کو اپنا تابع بنا کر ابو بکر بغدادی کی بیعت کو لازمی قرار دیا۔ جب کہ انکار کرنے والے کو واجب القتل قرار دے دیا۔ شام کے مقامی مجاہدین نے بہت کوشش کی کہ جہادی صف متحد رہے اور جن مقاصد کے لیے جنگ شروع ہوئی ہے، وہ حاصل ہوں، مگر ایسا نہ ہو سکا۔ باہم بہت بڑی جنگیں لڑی گئیں۔ جن کی وجہ سے مجاہدین کمزور ہو گئے۔ ان کے زیر کنٹرول علاقوں میں ان سے وابستہ امیدیں دم توڑنے لگیں۔

یہ بات شک و شبہ سے بالاتر ہے کہ مغربی دنیا کے انتہائی قریب اور جغرافیائی لحاظ سے انتہائی اہم ملک شام میں مجاہدین کا وجود، امیدوں کے برعکس ان کی قوت میں اضافہ اور تیز ترین کامیابیوں نے مغربی دنیا، امریکا اور روس کو پریشان کر دیا تھا۔ انہیں اپنے لیے شدید خطرہ محسوس ہو رہا تھا۔ سب چاہتے تھے ان کا خاتمہ ہو جائے۔ ہر بڑی طاقت کی کوشش تھی کہ مجاہدین کو ختم کرنے کے بہانے خطے میں اپنا اثر و رسوخ بڑھانے کا موقع مل جائے، تاکہ مقامی اقتصادی ذخائر پر قبضہ کیا جا سکے۔ باوجود یہ کہ بشار الاسد نے بے گناہ انسانوں کا قتل عام کیا ہے، مگر امریکا اس کے خلاف ایک گولی بھی چلانے کو تیار نہیں ہے۔ بحیرہ روم میں موجود امریکی کشتیوں سے مجاہدین اور عام مسلمانوں پر بہت بمباری ہوئی ہے، جس میں بڑی تعداد میں بے گناہ مسلمان شہید ہوئے ہیں۔ اب یہی امریکا پیچھے ہٹ گیا ہے۔ روس حلب اور دیگر شہروں میں بے گناہ مسلمانوں کے قتل عام کا سلسلہ آگے بڑھا رہا ہے۔

دراصل مشرق وسطی میں امریکا کی دل چسپی باقی نہیں رہی۔ یہ اس لیے کہ ایک جانب مشرق وسطی کے بہت سے ممالک میں تیل کے کنویں خشک ہو رہے ہیں اور دوسری جانب امریکا کو اپنے ملک اور بیرونی دنیا میں تیل کے نئے ذخائر ہاتھ آئے ہیں۔ علاوہ ازیں تیل کے ساتھ مختلف انرجیز کا استعمال بڑھ رہا ہے۔ اس لیے امریکا اب مشرق وسطی کے تیل کا خود کو محتاج نہیں سمجھتا۔ اس سے بھی زیادہ اہم بات یہ ہے کہ پوری اسلامی دنیا، خصوصاً مشرق وسطی کے حوالے سے امریکا کی گزشتہ 25 سالہ پالیسی شدید ناکامی کا شکار ہو گئی ہے۔ جب کہ امریکا اس خطے کو اپنے مفادات کے لیے زیادہ موزوں بھی نہیں سمجھ رہا، اس لیے مشرق وسطی اور دیگر قریبی خطوں سے امریکا کی دل چسپی کم ہو رہی ہے۔ مشرق وسطی سے امریکی پسپائی کی صورت میں یہاں جو خلا آنے والا ہے، اس کی جانب روس کی توجہ ہے اور وہ چاہتا ہے کہ چین کے تعاون سے اس خلا پر قبضہ جما لیا جائے۔

امریکا شام میں روس کے مظالم کی بظاہر مخالفت کرتا ہے۔ روس کے خلاف مسلسل منافقت سے بھرے بیانات دے رہا ہے۔ اس لیے بہت سے لوگوں کا خیال ہے کہ امریکا شام میں روس کی موجودہ کارروائیوں کا شدید مخالف ہے، مگر درحقیقت امریکا کی یہی خواہش ہے، جو روس شام میں کر رہا ہے۔ امریکا کی گزشتہ 35 سالہ سیاست کی ناکامی کی واضح علامت ٹرمپ کی کامیابی ہے۔ اس ناکام پالیسی نے امریکا کو دنیا بھر میں بدنام اور مسلمانوں میں شدید قابل نفرت بنا دیا ہے۔ امریکا کے اپنے مغربی اتحادی بھی اس کے خلاف شدید بداعتمادی کا شکار ہیں۔ اس لیے ایک دور میں امریکا کے مثالی اتحادی سمجھے جانے والے ممالک بھی آہستہ آہستہ روس کی جانب ہاتھ بڑھا رہے ہیں۔ روس ان سب کی دوستیوں کو لبیک کہہ رہا ہے۔ کیوں کہ روس ایک بار پھر وہی مقام حاصل کرنا چاہتا ہے، جو 80 کی دہائی سے پہلے اسے حاصل تھا۔ امریکا کو اس کی گرتی ہوئی ساکھ اور روس و چین کے اثر و رسوخ نے بہت پریشان کر رکھا ہے۔ اس لیے وہ بہت باریکی سے اپنے حالات کا جائزہ لے رہا ہے۔

امریکا کے لیے اب یہ بہت مشکل ہے کہ پھر سے اپنا مقام حاصل کر کے عالمی دنیا کا اعتماد بحال کر پائے۔ اب اس کی ساری توجہ چین اور روس کے بڑھتے ہوئے اثر و رسوخ کا راستہ روکنے پر مرکوز ہے۔ امریکا ان دونوں ممالک کی راہ میں کوئی بڑی رکاوٹ کھڑی کرنا چاہتا ہے۔ وہ نئے منصوبے تشکیل دے رہا ہے۔ شام کی جنگ میں روس کی شرکت، روس کے خلاف امریکی منصوبے یا کم از کم امریکی خواہش کی تکمیل کا مظہر ہیں۔ میں یہ نہیں کہتا کہ حلب اور شام کے دیگر شہروں پر روسی بمباری امریکی حکم پر کی جا رہی ہے، لیکن روس خطے میں اپنے مفادات کی راہ ہموار کر رہا ہے۔ روس بشار الاسد کو بچائے گا یا نہیں؟ یہ الگ رہا، مگر بشار الاسد کو بچانے کے لیے روس کا خود کو جنگ میں گھسنا انتہائی احمقانہ فیصلہ ہے۔ روس بہت جلد سمجھ جائے گا کہ یہ بہت خسارے کا سودا تھا۔

امریکا نے اسلامی دنیا میں اس قدر وحشت پھیلائی کہ لوگ روس کی درندگی بھول گئے۔ امریکا اس قدر قابل نفرت بن گیا کہ روس کے خلاف مسلمانوں کی نفرت قصہ پارینہ بن گئی۔ اب روس بشار الاسد کی ایک ظالم اور متعصب حکومت بچانے اور داعش کے خاتمے کے نام پر حلب پر بمباری کر رہا ہے۔ بھاری بم گرائے جا رہے ہیں۔ اسکول، مساجد، ہسپتال اور گھروں کو تباہ کر دیا گیا ہے۔ جوان، بوڑھے، بچے اور خواتین بلا امتیاز اس بمباری کا نشانہ بنائے جا رہے ہیں۔ حلب کے مظلوم اور بے سہارا مسلمانوں کو محصور کر رکھا ہے۔ انہیں شہر سے باہر ہجرت کی اجازت دی جا رہی ہے اور نہ غذا و دوا شہریوں تک پہنچنے کی اجازت ہے۔ غذائی مواد لے جانے والے قافلوں کو بمباری کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ شہر اب ایسے لگتا ہی نہیں کہ کبھی یہ ایک آباد علاقہ تھا۔ یہ بہت بڑا ظلم ہے۔ اگر روس نے اس ظلم کا سلسلہ ختم کرنے کے لیے اقدامات نہ کیے تو یہ اسلامی دنیا میں بہت قابل نفرت بن جائے گا۔

آخرت کے گم نام ہیرو

عبدالرؤف حکمت

عیدالاضحیٰ کا دن گزر چکا تھا۔ جب شام کو خوشیوں کے عروج پر عید قربان کا پہلا دن اختتام پذیر ہونے کو تھا، افغانستان کے ایک دور دراز علاقے میں امریکی طاغوت کے ایک ڈرون طیارے نے مجاہدین کی ایک گاڑی پر حملہ کر دیا۔ قربانی کے دن چار نوجوان عید کے نئے کپڑوں، چمکتے خوب صورت بالوں، سُرمگیں آنکھوں... غرض عید کی تمام تر نشانیوں کے ساتھ بارود کے شعلوں سے شہادت کا ابدی تاج پا گئے۔

جب اس دن لوگ اللہ تعالیٰ کے حضور قربانی کا فریضہ ادا کر رہے تھے۔ کوئی بھیڑ بکری، کوئی گائے بیل اور کوئی کسی جانور کو قربان کر کے اللہ کی رضا حاصل کر رہا تھا، ان نوجوانوں نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی سنت پر عمل کرتے ہوئے یہ دن اپنے جانوں کی قربانی دے کر گزار دیا۔ انہوں نے اپنے سب سے قیمتی اثاثے 'زندگی' کو اللہ کی راہ میں ایسا مٹایا کہ آگ سے قابل شناخت نہ رہے۔ انہوں نے اپنی خوب صورت جوانی کے بہترین دن بارود کے شعلوں کی نذر کر دیے، مگر ان کے بارے میں کسی ریڈیو پر خبر آئی اور نہ کسی ٹی وی چینل نے کچھ بتایا۔ یہ ایسے گمنام ہیں، جنہیں پہچاننے کی اس کے سوا کوئی نشانی نہیں ہے کہ وہ کچھ لوگ تھے، جنہوں نے اللہ کے ساتھ اپنی جانوں کا سودا کر لیا تھا۔

ہماری تاریخ ایسے ہی گمنام جوانوں کے خون سے لکھی ہوئی ہے۔ ہماری فتوحات کے جھنڈے ہمیشہ اِنہی گمنام غازیوں، شہداء اور بہادروں کے کندھوں پر لہلہاتے دیکھے گئے ہیں۔ ہماری تاریخ میں معروف نام اُن چند کمانڈروں کے ہیں، جنہوں نے جنگوں کی قیادت کی اور اہم مواقع پر موجود رہے۔ البتہ کچھ چہرے ایسے بھی ہوتے ہیں، جو بظاہر نظر نہیں آتے، لیکن اُن کی جبینوں سے ٹپکا ہوا لہو اُن کی موجودگی کا گواہ ہے۔

زمین پر نامعلوم، آسمان کے معروفین

زمین کے نامعلوم سے مراد اللہ تعالیٰ کے وہ مخلص اور بے ریا بندے ہیں، جو ہمیشہ اپنا نیک عمل دوسروں کی نظر سے پوشیدہ رکھتے ہیں۔ ان کا معاملہ صرف اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہوتا ہے۔ وہ اخلاص کا صحیح معنی جان کر اس پر عمل پیرا ہیں۔ اخلاص کا مطلب یہ ہے کہ عمل کو لوگوں کی نظر سے بچایا جائے۔ اللہ تعالیٰ کے یہ نامعلوم عبادت گزار آسمانوں میں سب سے زیادہ شہرت والے ہوتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

''اللہ یحب العبد التقي الغني الخفي.'' (رواہ مسلم)

بے شک اللہ تعالیٰ متقی، (دنیا سے) بے نیاز اور (اپنی نیکیاں) مخفی رکھنے والے کو پسند فرماتے ہیں۔

حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''إن خير عباد الله الذين إذا غابوا لم يفتقدوا وإذا حضروا لم يفطن لهم يخرجون من كل غبراء مظلمة.'' (ابن ماجہ)

اللہ تعالیٰ کے بہترین بندے وہ ہیں، جب غائب رہیں تو کوئی ان کا نہ پوچھے، جب موجود ہوں تو کسی کی ان کی طرف توجہ نہ دے اور وہ فتنوں سے بچ کر نکلتے ہیں۔

امت کے بڑوں اور اسلاف کا ہمیشہ یہ مزاج رہا ہے کہ مؤمن شہرت کا شوقین نہیں ہوتا، بلکہ مخفی رہ کر دین کی خدمت کرنی چاہیے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے ساتھیوں کو نصیحت فرماتے ہیں:

''كونوا ينابيع العلم، مصابيح الهدى، أحلاس البيوت، سرج الليل، جدد القلوب خلقان الثياب. تعرفون في أهل السماء، وتخفون في أهل الأرض.''

خود کو علم کے سرچشمے، ہدایت کے چراغ، گھروں کے بچھونے، رات کی مشعل بنا دو کہ تمہارے دل نئے اور کپڑے پرانے ہوں۔ آسمان والوں کے ہاں تمہاری پہچان ہو اور زمین کے لوگوں میں غیر معروف ہوں۔

امت کے متقدمین کی انتہائی کوشش تھی کہ گمنام رہیں۔ مخفی رہ کر دین کی خدمت کریں۔ حضرت حسین بن علی رضی اللہ تعالی عنہمارات کی تاریکی میں گھر سے نکلتے اور غریبوں کو صدقہ دیتے، تاکہ پہچانے نہ جائیں۔ عظیم مصنف الماوردی کے بارے میں لکھا ہے کہ 'انہوں نے اپنی زندگی میں کوئی کتاب اپنے نام سے شائع نہیں کی۔ وہ چاہتے تھے کہ چھپے رہیں، مگر موت کے بعد ان کا یہ راز فاش ہو گیا کہ وہ کئی کتابوں کے مصنف ہیں۔ اسی طرح اسلام اور دینی علوم کی ڈیڑھ ہزار سالہ لائبریری میں بہت سی ایسی تصانیف ہیں کہ ان کے مصنفین پہچانے نہیں گئے ہیں۔ کیوں کہ اس دور میں مسلمانوں میں للّٰہیت بہت زیادہ تھی۔ خفیہ اور گمنام حالت میں دین کی خدمت انہیں اچھی لگتی تھی۔ وہ چاہتے تھے کہ سارا عمل اللہ تعالی کی رضا کے لیے ہو اور ان کے اجر کا حصہ بڑا ہو۔

ایسے لوگ اخلاص کے عظیم رتبے پر ہوتے ہیں۔ بندوں اور ان کے درمیان شہرت اور تعارف کو نظرانداز کرتے ہیں۔ یہ لوگ اگرچہ دنیا میں اور زمین کے اوپر گمنام اور نامعلوم سمجھے جاتے ہیں۔ البتہ یہ لوگ اللہ تعالی کے ہاں نامعلوم نہیں ہیں، بلکہ اللہ تعالی انہیں بہت خوب پہچانتے ہیں۔ ان کے ہر عمل کا اللہ کو علم ہوتا ہے۔ تاریخ لکھتی ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالی عنہ کے دور میں ایک صاحب نے جنگ میں بہت بہادری دکھائی۔ کفار پر جارحانہ حملے کیے۔ آخر میں شہادت کے رتبے پر فائز ہو گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالی نے جنگ کے بعد اس گمنام غازی کے نام اور علاقے کے بارے میں پوچھا، مگر اسے کوئی نہیں جانتا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا:

"مایضرہ ألا یعرفه عمر ویعرفه رب عمر."

اگرچہ عمر اسے نہیں جانتا، لیکن عمر کا رب تو اسے جانتا ہے۔

صاحب النقب

اسلام کی علمی، جہادی، ثقافتی اور روحانی تاریخ گمنام شخصیات کی یادوں سے بھری پڑی ہے۔ انہوں نے دین کے لیے بڑی خدمات انجام دی ہیں۔ جہاد کے پُرخار راستوں کی تکالیف اٹھائیں، مگر پیچھے کوئی نشانی نہیں چھوڑی، تاکہ ان کا عمل صرف اللہ کی رضا کے لیے ہو جائے۔ مشت نمونہ از خروارے کے طور پر گمنام فرزندوں کی یاد تازہ کرتے ہیں۔ جنہیں تاریخ میں 'صاحب النقب' کے نام سے پہچانا جاتا ہے۔

رومی امپائر کے خلاف اسلامی لشکر کے سربراہ محمد بن مسلمہ کے سامنے رومی کفار کا ایک ناقابل تسخیر قلعہ سامنے آیا۔ مسلمانوں نے محاصرہ کر لیا، مگر قلعہ بہت مضبوط تھا۔ برج اور دروازے بہت مضبوط تھے۔ مسلمان قریب جاتے تو کفار تیروں کی بارش کر دیتے۔ اس لیے اس قلعے نے مسلمانوں کی پیش رفت کا راستہ روک رکھا تھا۔

قلعے کی فتح میں تاخیر ہونے لگی اور حملوں کا کوئی نتیجہ نہیں نکل رہا تھا۔ ایک رات اسلامی لشکر کے ایک گمنام مجاہد کو خیال آیا کہ اگر اس قلعے میں زیر زمین سرنگ کھودی جائے تو مسلمان قلعے میں گھسنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ اس سرنگ کے ذریعے ایک آدمی اندر جائے گا اور دروازہ کھول دے گا۔ اس طرح سارا لشکر دروازے سے داخل ہو جائے گا۔ یہ آدمی روزانہ اکیلا جاتا اور دروازے کی جانب سے سرنگ پر خفیہ طور پر کام کرتا رہتا۔

حتی کہ چند دنوں میں قلعے کے اندر تک سرنگ پہنچ گئی۔ جب ایک دن مسلمانوں نے قلعے پر یلغار کی تو بہت سے مجاہدین دروازے پر جمع تھے کہ کسی طرح دیوار پھلانگ کر قلعے کا دروازہ کھول دیں، مگر کفار کے تیروں نے ان کا راستہ روک رکھا تھا۔ یہ گمنام مجاہد اپنی بنائی ہوئی سرنگ سے اندر گیا اور پوری جرأت سے قلعے کا دروازہ کھول دیا۔ مجاہدین کھلے گیٹ پر حملہ کر کے قلعے میں پہنچ گئے۔ کچھ دیر قبل کا ناقابل تسخیر قلعہ اب تکبیر کی صداؤں سے گونج رہا تھا۔

جب مسلمان سپہ سالار محمد بن مسلمہ اس طرح قلعہ فتح کرنے میں کامیاب ہو گئے تو جنگ کے بعد کہا کہ سرنگ کھودنے والے مجاہد کو بلایا جائے۔ انہوں نے تمام لشکر کو جمع کر کے اعلان کیا کہ جس نے سرنگ کھود کر قلعے کا دروازہ کھولا تھا، وہ سامنے آئے۔ میں اسے انعام دوں گا۔ مگر پورے لشکر میں کوئی بھی سامنے نہیں آیا۔ محمد بن مسلمہ نے اگلے دن بھی یہی اعلان کیا، مگر کوئی سامنے نہیں آیا۔ تیسرے دن بھی محمد بن مسلمہ نے یہی اعلان کیا اور کوشش کی کہ صاحب النقب (سرنگ والے) کو دیکھ لیں، مگر صاحب النقب کا کچھ پتہ نہ چلا۔ پھر محمد بن مسلمہ نے قسم کھائی اور کہا کہ مجھے اللہ کی ذات کی قسم! وہ جو بھی ہے، میرے پاس آئے۔ وہ چاہے رات کو آئے یا دن میں، اس کی مرضی۔ مگر ایک بار ضرور ملے۔

جب مسلمان سپہ سالار محمد بن مسلمہ اس طرح قلعہ فتح کرنے میں کامیاب ہو گئے تو جنگ کے بعد کہا کہ سرنگ کھودنے والے مجاہد کو بلایا جائے۔ انہوں نے تمام لشکر کو جمع کر کے اعلان کیا کہ جس نے سرنگ کھود کر قلعے کا دروازہ کھولا تھا، وہ سامنے آئے۔ میں اسے انعام دوں گا، مگر پورے لشکر میں کوئی بھی سامنے نہیں آیا۔ محمد بن مسلمہ نے اگلے دن بھی یہی اعلان کیا، مگر کوئی سامنے نہیں آیا۔ تیسرے دن بھی محمد بن مسلمہ نے یہی اعلان کیا اور کوشش کی 'صاحب النقب' (سرنگ والے) کو دیکھ لیں، مگر صاحب النقب کا کچھ پتا نہ چلا۔ پھر محمد بن مسلمہ نے قسم کھائی اور کہا کہ مجھے اللہ کی ذات کی قسم! وہ جو بھی ہے، میرے پاس آئے۔ وہ چاہے رات کو آئے یا دن میں، اُس کی مرضی۔ مگر ایک بار ضرور ملے۔

ایک رات محمد بن مسلمہ خیمے میں اکیلے بیٹھے تھے کہ ایک شخص آیا۔ اس نے نقاب اوڑھ رکھا تھا۔ محمد بن مسلمہ نے آنے والے سے پوچھا 'کیا تم ہی وہ صاحب النقب ہو؟' آنے والے نے جواب دیا: صاحب النقب نہیں چاہتا کہ لشکر کا امیر قسم میں حانث ہو جائے۔ اس لیے وہ چاہتا ہے آپ سے ملاقات کرے، اگر آپ منظور کریں تو اس کی کچھ شرائط ہیں۔' محمد بن مسلمہ نے پوچھا کہ 'کیا شرائط ہیں؟' وہ کہنے لگا: 'آپ اس کا نام اور تعارف نہیں پوچھیں گے۔ اس کا چہرہ دیکھنے پر اصرار نہیں کریں گے اور انہیں کوئی انعام بھی نہیں دیں گے۔' محمد بن مسلمہ نے یہ شرائط تسلیم کر لیں۔ آنے والے نے کہا: 'میں ہی صاحب النقب ہوں۔' اس کے بعد وہ شخص تیز تیز قدموں کے ساتھ امیر کے خیمہ سے نکلا اور لشکر میں جا کر غائب ہو گیا۔

محمد بن مسلمہ کو ان کا بے ریا اور مخلصانہ عمل بہت پسند آیا۔ وہ ہمیشہ دعا فرماتے: ''اللهم احشرني مع صاحب النقب.'' اے خدا مجھے قیامت کے دن سرنگ والے کے ساتھ اُٹھانا۔

آخری بات

نامعلوم ہونا مسلمان کے لیے ایک بڑی نعمت ہے۔ ہم امت کے بزرگوں کی سوانح پڑھیں۔ انہوں نے کوشش کی ہے کہ اپنی نیکیاں چھپا کر رکھیں۔ ایک عام انسان کی طرح زندگی بسر کر سکیں۔ ایک روز عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ گھر سے نکلے اور پیچھے بہت سے لوگ آ رہے تھے۔ انہوں نے کہا:

''علی ما تتبعونی؟ ارجعوا ، فانه ذلة للتابع وفتنة للمتبوع.''

میرے پیچھے کیوں آ رہے ہو؟ واپس ہو جاؤ۔ کیوں کہ اس طرح سے کسی کو نمایاں کرنا استقبال کرنے والوں کے لیے ذلت اور ممتاز ہونے والے کے لیے فتنہ ہے۔

امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ 'شہرت آفت است۔'

یعنی شہرت آفت ہے۔ آج کل دنیا میں نااہل اور بے خبر لوگ اس پر بہت پیسا خرچ کرتے ہیں۔ بہت سے اعمال اس لیے کرتے ہیں کہ خود کو مشہور کر لیں۔ اگرچہ یہ عمل دنیا میں لذت آمیز ہے، مگر یہ قیامت میں انسان کے لیے ہلاکت کا باعث ہو گا۔ دوزخ میں پھنسنے کا سبب بنے گا۔ کیوں کہ شہرت طلب کرنے والے لوگ نیک کام بھی کریں تو انہیں اس کا بدلہ یعنی شہرت دنیا میں ہی مل جاتا ہے۔

اگر کوئی شخص دنیا میں اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے جہاد، علم، سخاوت، دعوت اور دیگر دینی کام کرتا ہے۔ شہرت کی امید اور شوق نہیں رکھتا، مگر خود بخود لوگوں میں مشہور ہو جاتا ہے۔ لوگ اس کی تعریف کرتے ہیں۔ یہ کوئی نامناسب اور خطرناک کام نہیں ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے بندے کو نیک عمل کا فوری دنیاوی اجر ملتا ہے۔ اس سے اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کا اخروی اجر کم نہیں کیا جاتا۔ جس طرح حدیث مبارکہ میں اشارہ کیا گیا ہے۔

''عن أبي ذرّ رضي الله عنه قيل: يا رسول الله! أرأيتَ الرجلَ يعمل العمل من الخير ويحمَدُه الناس عليه؟'' فقال: ''تلك عاجل بشرى المؤمن.''

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ کسی شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ ''اگر کوئی شخص نیک عمل کرتا ہے۔ اور لوگ اس کی تعریف کرتے ہیں۔ یہ کیسا ہے؟'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''یہ مؤمن کے لیے فوری بشارت ہے، جو دنیا میں اسے پہنچتی ہے۔''

اللہ تعالیٰ ہمیں گمنام عابدین، مجاہدین اور دین کے خادموں میں داخل فرمادے۔ ریا اور شہرت کا شوق اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ سے ہمارے دلوں سے ریا اور شہرت کا مرض نکال دے۔

آمین

افغان فوج، امریکا کی دم توڑتی امیدیں

موسیٰ فرہاد

امریکا اپنی پندرہ سالہ یلغار کی ایک بڑی کامیابی یہ سمجھتا ہے کہ اس نے افغانستان میں امریکی مفادات کے تحفظ کے لیے ایک جمہوری سیٹ اپ قائم کیا ہے۔ اربوں ڈالر کی لاگت سے تقریباساڑھے تین لاکھ مسلح فوج تیار کی ہے۔

اُسے امید تھی افغان فوج ایک منظم اور مضبوط قوت کے طور پر یہ صلاحیت رکھتی ہے کہ اب امریکی فوجیوں کو جنگ میں براہ راست شامل ہونے کی ضرورت نہیں رہے گی، بلکہ وہ افغانستان کی تزویراتی قیادت کے لیے ملک کے چند محدود اڈوں میں بڑے سکون سے تعینات رہیں گے۔ جب کہ تربیت یافتہ افغان فوج اِن کا مجاہدین سے دفاع کرتی رہے گی۔ البتہ جب دھیرے دھیرے افغان عوام کی نفرت اور مزاحمت میں اضافہ ہوتا رہا اور جگہ جگہ مجاہدین کے حملوں اور گوریلا کارروائیوں میں شدت آتی گئی، وقت گزرنے کے ساتھ یہ مؤثر مزاحمت فوج میں داخل ہو کر غیر ملکی حملہ آوروں کے خلاف کارروائیوں کی صورت میں سامنے آئی تو امریکیوں کی امیدیں بھی دم توڑنے لگیں، جو انہوں نے "اپنی" افغان فوج سے وابستہ کر رکھی تھیں۔

افغان فوج کے اندر سے شروع ہونے والے حملے، جنہیں ' insider attacks ' یا ' Green on blue Attacks ' کہا جاتا ہے، 2007 سے قبل بہت کم ایسے واقعات رونما ہوتے تھے، لیکن 2007 کے بعد حیرت انگیز طور پر ان حملوں میں اتنی شدت آئی کہ امریکی قیادت کی نیندیں حرام ہو گئیں اور افغان پر سے اُس کا اعتماد ختم ہو کر رہ گیا۔ افغان فوج اور پولیس کی وردی میں ملبوس مجاہدین نے امریکی اور نیٹو افواج پر گزشتہ پندرہ برس کے دوران شدید حملے کیے ہیں۔ اس شدت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ غیر ملکیوں کی 21 فیصد ہلاکتیں انہی حملوں سے واقع ہوئی ہیں۔

جرنل لانگ وار کے مطابق '2007 سے کم از کم 15 سے 21 فیصد تک غیر ملکیوں اور افغان فورسز کی ہلاکتیں افغان فوج میں سرایت کرنے والے مجاہدین کے حملوں کے نتیجے میں ہوئیں اور کم از کم 33 فیصد زخمی ہوئے ہیں۔'

امریکی وزارت دفاع کی ایک جائزہ رپورٹ کے مطابق 2012 میں افغان فوج میں بھرتی ہونے والے مجاہدین کی جانب سے امریکی فوجیوں پر 64 حملے کیے گئے ہیں۔ علاوہ ازیں امریکیوں کا کہنا ہے 'ایک سال کے دوران ہمارے فوجیوں پر 8 ہزار 2 سو ستائیس دھماکہ خیز بارودی سرنگیں اور ریموٹ کنٹرول بم حملے کیے گئے ہیں، جن میں 43 فیصد ہلاکتیں ہوئی ہیں۔ جب کہ دیگر نقصانات اور ہلاکتیں براہ راست جھڑپوں، فدائی حملوں اور فوجی اڈوں پر میزائل حملوں کے نتیجے میں ہوئی ہیں۔ اس لیے یہ ایک اہم وجہ ہے کہ افغان فوج کی تشکیل کے بعد امریکیوں کی امیدیں دم توڑ گئیں اور اس کے مفادات کو بھی شدید نقصان پہنچا ہے۔

حکام میں باہم بداعتادی

جب امریکا نے افغانستان میں اپنے فوجیوں کو کم کرنے کا اعلان کیا تو کابل حکام اپنی بقا کے حوالے سے مایوسی کا شکار ہو گئے۔ عسکری رہنماء اور سول حکومت میں شامل افراد، جو محض ڈالر جمع کرنے کی فکر میں رہتے ہیں، ان کا کوئی بنیادی مقصد اور نظریہ نہیں ہے۔ سب آپس میں بداعتاد اور غیر یقینی صورت حال سے دوچار ہیں۔ ان کے درمیان اختلافات کھل کر سامنے آ گئے۔ یہاں تک کہ اب افغانستان میں عملی طور پر دو بے اختیار حکومتیں ہیں۔ اسی طرح غیر متوقع طور پر سیاسی اور عسکری معاملات میں سول اور فوجی حکام کے درمیان فاصلے بڑھنے لگے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ایک علاقے میں مجاہدین کی جانب سے فوجیوں کا گھیراؤ کیا جاتا ہے تو سول اور عسکری حکام انہیں بچانے کے لیے مزید فوجی دستے بھیجنے سے قاصر رہتے ہیں۔

حتی کہ ایسا بھی ہوا کہ طلوع نیوز کی رپورٹ کے مطابق حکام نے کابل میں '82 ٹریفک اہل کاروں' سے ارزگان جانے کا مطالبہ کیا، تاکہ وہاں مخالفین کے ساتھ جنگ میں حصہ لیں۔ بداعتادی کا معاملہ یہاں تک پہنچ گیا ہے کہ ہر جگہ دسیوں اور سیکڑوں کی تعداد میں فوجی اور پولیس اہل کار مجاہدین کے سامنے ہتھیار ڈالنے پر مجبور ہیں۔ جب کہ یہ سلسلہ بہت تیزی سے جاری ہے۔ ان کی باہمی بداعتادی، آپس میں

عدم توازن اور رابطے کے فقدان کے نتیجے میں امریکی جنرل نکلسن کے مطابق ہر ماہ اوسطاً 900 افغان اہل کار مجاہدین کے ساتھ جھڑپوں میں مارے جاتے ہیں۔ صوبہ غزنی میں مجاہدین کے مقامی کمانڈر نے بتایا کہ ہم نے ایک بڑے فوجی اڈے میں چند اہل کاروں کے ساتھ رابطہ کیا اور ان سے کہا کہ ہتھیار ڈال دیں یا اڈے پر حملہ کرنے کے لیے ہمارے لیے راہ ہموار کریں۔ ایک اہل کار نے وعدہ کیا کہ میں اپنے پہرے کی ڈیوٹی کے دوران آپ کو یہاں تک پہنچانے میں معاونت کروں گا۔ کافی عرصہ گزرنے کے بعد اس نے رابطہ کر کے بتایا کہ یہاں بداعتمادی زیادہ ہے۔ میں اپنی ڈیوٹی کا وقت معلوم نہیں کر سکتا۔ کمانڈر یا بٹالین کمانڈر پہرا دینے والے اہل کاروں کے نام لکھتے ہیں، لیکن انہیں ڈیوٹی کے وقت نہیں بتایا جاتا، تاکہ وہ مجاہدین کے ساتھ رابطہ نہ کر کے انہیں اڈے پر چڑھائی میں سہولت فراہم نہ کریں۔ جب کسی سپاہی کے پہرا دینے کا وقت آتا ہے تو کمانڈر اور چند دیگر اہل کار آ کر اس سپاہی کو نیند سے اٹھاتے ہیں۔ جب وہ پہرہ چوکی میں پہنچ جاتا ہے تو پھر اس کو مطلوبہ ہتھیار دیے جاتے ہیں۔ جب کہ مزید کسی دوسرے بااعتماد سپاہی کو اس کی نگرانی کے لیے چوکی دار بنایا جاتا ہے۔

افغان فوجیوں پر فضائی حملوں کے اسباب

غیر ملکی افواج کے جرنیلوں نے بار بار موجودہ صورت حال پر گہری تشویش کا اظہار کیا ہے۔ ان میں سے ہر ایک نے اپنے خطاب اور گفتگو میں کہا ہے 'ہم افغان فورسز کی موجودہ صورت حال بارے بہت فکر مند ہیں۔ ان کی خبریں میڈیا پر شایع ہوتی رہتی ہیں۔' وہ افغان فوج کی حمایت میں جنگ میں حصہ لے رہے ہیں، کیوں کہ انہیں فوج کی مزاحمت پر اعتماد نہیں ہے۔ انہیں اندیشہ ہے کہ وہ مزاحمت کے بغیر علاقے مجاہدین کے حوالے کر دیتے ہیں۔ دوسری جانب انہیں خطرہ لاحق ہے کہ افغان فوج کے اندر سرایت کر جانے والے مجاہدین اُن پر حملہ کر دیں گے۔ انہیں یہ خوف بھی ہے کہ افغان اہل کار مجاہدین کے سامنے ہتھیار ڈال کر جنگ سے دست بردار ہو جائیں گے۔

جب غیر ملکیوں کو افغان فوج کے بارے میں شبہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ مجاہدین کے ساتھ خفیہ رابطے کر رہے ہیں تو اُن پر بمباری کر دی جاتی ہے۔ کبھی کبھار فوج کے درمیان اختلافات شدت اختیار کر جاتے ہیں تو وہ ایک دوسرے کے خلاف شکایت کرتے ہیں۔ امریکیوں سے فریق مخالف پر بمباری کا مطالبہ کرتے ہیں، جس کے نتیجے میں امریکا بمباری کرتا ہے۔ اس نوعیت کے واقعات مختلف صوبوں میں رونما ہوتے ہیں۔ ارزگان میں سابق کمانڈر جنرل مطیع اللہ کے 8 مسلح فوجیوں کو قندھار کے جنرل رازق کے اشارے پر ہلاک کیا گیا۔ پکتیا میں بھی اس طرح کا واقعہ رونما ہوا۔ ایک اڈے کے فوجیوں پر مجاہدین کے سامنے ہتھیار ڈالنے کا شک پیدا ہوا تو امریکا نے اس پر بمباری کر دی۔

نتیجہ

مذکورہ وجوہات کو سامنے رکھ کر یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ افغان فوج کی تربیت سے متعلق امریکیوں نے جو امیدیں وابستہ کر رکھی تھیں، وہ دم توڑ گئی ہیں، جب کہ امریکا اپنی سرمایہ کاری سے مایوس ہے۔

1 – چوں کہ افغان قوم فطرتی طور کفار سے نفرت کرتی ہے۔ اس لیے افغان عوام ایسے لوگوں کو بُری نگاہ سے دیکھتے ہیں، جو چند پیسوں اور اقتدار کی خاطر مذہب، ملک، عقیدہ، ناموس اور تاریخ سے غداری کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کی تعداد بہت کم ہے، جو ملک کے غدار ہوں گے۔ امریکی ٹرینیز پر اُن کے اپنے شاگردوں کے جان لیوا حملے اس کا واضح ثبوت ہیں۔

2 - افغان عوام، بالخصوص پشتون قوم مذہب اور وطن کی آزادی کے لیے لڑنے والے مجاہدین کے ساتھ اگرچہ اختلاف رکھتی ہے، لیکن ان سے نفرت کرنا اور ان کے مقابلے میں لڑنا دنیا اور آخرت کی تباہی سمجھتی ہے۔

3 - افغان فوج پر امریکیوں کا عدم اعتماد اور افغان فوجیوں کی آپس میں بداعتمادی، نیز علاقائی اور قبیلے کی بنیاد پر فوج کی تشکیل جیسے عوامل سے بھی امریکا اور نیٹو کی پندرہ سالہ کوششوں کا بیڑا غرق ہوا ہے۔

4 – مجاہدین کی پالیسی نے بھی بہت کام دکھایا ہے۔ جو اہل کار ہتھیار ڈال دیتے ہیں، انہیں مکمل تحفظ فراہم جاتا ہے۔ باعزت طریقے سے اپنے اہل خانہ تک پہنچا کر پُرامن زندگی گزارنے کا موقع فراہم کیا جاتا ہے۔ مجاہدین کی یہ پالیسی بہت ہی مؤثر ثابت ہوئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دسیوں فوجی یونٹوں کے سیکڑوں فوجیوں نے مجاہدین میں شمولیت اختیار کر لی ہے۔

عبدالہادی

برما کا المیہ اور مسلمانوں کی غفلت

اٹھارہ اکتوبر کو برما کی بدھ مت حکومت کی جانب سے روہنگیا کے مسلمانوں کے خلاف فوجی آپریشن کا آغاز کیا گیا، جس میں اب تک سو سے زیادہ مسلمانوں کو شہید اور سیکڑوں کو زخمی اور بے گھر کر دیا گیا ہے۔ ویسے تو وہاں روزانہ ہی سربریت کا رقص جاری رہتا ہے، لیکن کل جیسے واقعات کبھی کبھی برمی میڈیا کی توجہ کا سبب بھی بنتے ہیں۔

برمی مسلمانوں پر جو مظالم ڈھائے جا رہے ہیں، ان کو دیکھ کر ہر باحساس مسلمان خون کے آنسو روتا ہے۔ میانمار کے مسلمان گزشتہ چار دہائیوں سے ان مظالم کا شکار ہیں۔ سن 2007 سے برما کے بالخصوص صوبہ اراکان کے مسلمان بدھ مت کے درندوں کے ایسے مظالم کا سامنا کر رہے ہیں، جن کی تاریخ میں بہت کم مثال ملتی ہے۔ برما میں بموں کی بارش نہیں ہوتی، لیکن وہاں حالات ہمارے افغانستان سے مختلف ہیں۔ وہاں بدھ مت حکومت نے برما کے بدھ مت شہریوں عام اجازت دے رکھی ہے کہ وہ کہیں بھی اور جس طرح بھی چاہے، مسلمانوں کا قتل عام کر سکتے ہیں۔ اسی فرمان کے تحت بدھ مت کے راہبوں کی جانب سے برما میں مسلمانوں کے قتل عام کی ترغیب دی جاتی ہے۔ تمام دنیا نے دیکھا ہے کہ کس طرح بدھ درندوں نے مسلمانوں کے گھروں کو جلا دیا۔ عورتوں پر جنسی تشدد کیا گیا۔ نوجوانوں کو چھریوں، تلواروں، ڈنڈوں، بیلچوں اور کلہاڑی سے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا گیا۔ معصوم بچوں کو گرفتار کر کے ان معصوموں کو آگ سے گرم کیے گئے لوہے پر لٹا کر زندہ جلایا گیا، لیکن دنیا خاموش رہی۔

یہ سب اب ایک معمول بن گیا ہے کہ امریکا میں چند ہم جنس پرستوں کو مارا جاتا ہے تو پوری دنیا کا سخت ردِ عمل آتا ہے۔ دو اسرائیلی یہودی تل ابیب میں مارے جاتے ہیں تو دنیا غصے سے آگ بگولہ ہو جاتی ہے۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی کرنے والے دس مجرموں کو قتل کیا جاتا ہے تو پوری دنیا میں کفار اور منافقین مذمتی جلوس نکالتے ہیں۔ ملوث افراد کو کڑی سزا دینے کا مطالبہ کرتے ہیں۔ فرانس میں چند ہوس پرست شراب کے نشے میں زنا اور ہم جنس بازی کے دوران مارے جاتے ہیں تو عالم کفر، نام نہاد مسلم حکمران، سول سوسائٹی اور انسانی حقوق کی تنظیمیں چیخ اٹھتی ہیں۔ اس واقعے کی شدید مذمت کرتی ہیں، یہاں تک کہ نام نہاد افغان صدر اشرف غنی کی جانب سے فرانسیسی حکومت سے اظہارِ تعزیت کرتے ہوئے مذکورہ واقعہ کی مذمت کی جاتی ہے، لیکن جب ہر روز برمی مسلمانوں کو شہید اور زخمی کیا جاتا ہے اور ڈیڑھ ارب مسلمانوں کی توہین کی جاتی ہے تو اس پر دنیا خاموش رہتی ہے؟

برما، عراق، شام، پاکستان، افغانستان، صومالیہ، فلپائن، نائیجیریا، کشمیر، فلسطین اور دیگر ممالک میں آئے روز مسلمانوں کے خون کی ندیاں بہتی ہیں۔ دنیا اس پر خاموش تماشائی کا کردار ادا کر رہی ہے۔ کیا دنیا میں انسانیت ختم ہو گئی ہے؟ کیا مسلمانوں کو زندہ رہنے کا حق نہیں ہے؟ کیا انسانوں میں ہمدردی کا جذبہ ختم ہو گیا ہے؟ امریکا برما میں بدھوں کی حمایت کر رہا ہے، جب کہ اسرائیل میں یہودیوں کی پشت پناہی کر رہا ہے۔ اور افغانستان میں انسانی حقوق کا درس سکھا رہے ہیں۔

ہمارا شکوہ کفار سے نہیں، بلکہ مسلمانوں سے ہے۔ انہیں آپس میں اتحاد کی اشد ضرورت ہے۔ انہیں ایک دوسرے کا ساتھ دینا ہو گا۔ ورنہ تمام کفار ہم پر بھوکے بھیڑیے کی طرح جھپٹے ہوئے ہیں۔ برما میں مسلمانوں کو زندہ جلایا گیا۔ حلب میں خون اور آگ کا کھیل جاری ہے۔ عراق میں امت مسلمہ کے وجود کو سخت چیلنج لاحق ہے۔ دوسری طرف افسوس ہے کہ مسلمان گروہی، مذہبی اور نسلی اختلافات کا شکار ہیں۔

سعودی عرب نے اپنا زور عراق اور یمن پر آزمایا ہے۔ اسلامی کانفرنس کا کردار صرف نمائشی اجلاسوں تک محدود ہے۔ قطر اور متحدہ عرب امارات، امریکا اور نیٹو کو جنگ کے آلات اور اخراجات اپنے راستوں سے فراہم کر رہے ہیں۔ سوڈان خود متاثر ہے۔ ایران تو ویسے بھی دوسرا اسرائیل ہے۔ اسلامی دنیا کے بدعنوان، شرابی اور پست ترین مرتبے کے حکمران امریکا کی پیروی کر رہے ہیں۔ اقوام متحدہ عالم کفر کو مسلمانوں کے قتل عام کے اجازت نامے بانٹ رہا ہے۔ عرب لیگ، اسلامی کانفرنس اور اسلامی ممالک کے حکمران اس پر رضامندی کے دستخط کر رہے ہیں۔ برما کا المیہ مسلمانوں کے منہ پر زوردار طمانچہ ہے، جس کا جواب بہر حال مسلمانوں کو دینا ہو گا۔

ہم مسلمانوں کو متحد ہونا ہو گا۔ ہمیں دنیا پر اپنی تاریخ، شناخت اور شجاعت کو ثابت کرنا ہو گا۔ اگر اختلافات اور نفرت کی دلدل میں اسی طرح پھنسے رہے تو اس کے منفی نتائج کا سامنا بہت خطرناک ہو گا۔

حسن مومند

سعودیہ مخالف بل امریکی عزائم کیا ہیں؟

امریکی کانگریس نے اکثریتی اتفاق رائے سے 'جاسٹا' نامی بل پاس کیا ہے، جس میں میں 11 ستمبر کے واقعے میں سعودی عرب کو ملوث قرار دیا گیا ہے۔ یہ بل 2015 میں امریکی کانگریس میں پیش کیا گیا تھا۔ رواں سال 2016 مئی میں پارلیمنٹ کے سامنے رکھا گیا تھا۔ یہ بل 9 ستمبر کو سینیٹ کی جانب سے بھی اکثریتی اتفاق رائے سے منظور ہو گیا تھا۔

23 ستمبر کو امریکی صدر بارک اوباما نے اپنے خصوصی صدارتی اختیارات کا استعمال کر کے اس بل کو ویٹو کر دیا، مگر امریکی کانگریس اور سینیٹ نے اوباما کا ویٹو مسترد کر کے دوبارہ رائے دہی سے یہ بل پاس کر لیا۔ یہ بل 77 مخالف ووٹ کے مقابلے میں 348 حمایتی ووٹوں سے منظور کیا گیا ہے۔ امریکی قانون کی اس شق کو 'جاسٹا' Justice Against Sponsors of Terrorism Act (Jasta) یعنی دہشت گردی کا تعاون کرنے والوں کے خلاف انصاف ایکٹ کا نام دیا گیا ہے۔ سینیٹ اور کانگریس سے پاس ہونے کے بعد اوباما کے پاس اسے دوبارہ مسترد کرنے کا اختیار نہیں ہے۔ یہ 1983 کے بعد پہلی بار ہوا ہے کہ امریکی صدر کے ویٹو کے باوجود بھی سینیٹ اور کانگریس میں کوئی بل پاس ہو رہا ہے۔

اوباما نے اپنے دونوں ادوار حکومت میں اس طرح کے 11 بل ویٹو کیے ہیں۔ ان میں سے صرف یہ واحد بل ہے، جس کے ویٹو کا حق دونوں اداروں نے مسترد کر دیا ہے۔ اس بل کے قانون کا حصہ بننے کے بعد 11 ستمبر کے واقعے میں ہلاک ہونے والے امریکیوں کے ورثا اپنے ہلاک شدگان کا خون بہا وصول کرنے کے لیے ان ممالک کے خلاف امریکی عدالتوں سے رجوع کر سکیں گے، جن کے شہری اس حملے میں ملوث تھے۔

امریکا کے مطابق ورلڈ ٹریڈ سینٹر واقعے میں 3 ہزار افراد ہلاک ہوئے تھے۔ حملہ آوروں کی تعداد 19 تھی۔ 15 افراد سعودی عرب کے شہری تھے۔ اس لیے یہ قانون سعودی عرب کے خلاف سمجھا جا رہا ہے۔ اگر امریکی عدالتوں سعودی عرب کے خلاف فیصلہ ہوتا ہے تو ہلاکتوں کا تاوان سعودی عرب کے امریکا میں محفوظ اُس سرمائے سے دیا جائے گا، جس کا حجم 750 ارب ڈالر ہے۔ اس لیے کہا جا رہا ہے کہ امریکا اس قانون کے ذریعے 750 ارب ڈالر مالیت کے سرمائے پر ''مہذب ڈاکہ'' ڈالنا چاہتا ہے۔

> **اگر امریکی عدالتوں سعودی عرب کے خلاف فیصلہ ہوتا ہے تو ہلاکتوں کا تاوان سعودی عرب کے امریکا میں محفوظ اُس سرمائے سے دیا جائے گا، جس کا حجم 750 ارب ڈالر ہے۔ اس لیے کہا جا رہا ہے کہ امریکا اس قانون کے ذریعے 750 ارب ڈالر مالیت کے سرمائے پر ''مہذب ڈاکہ'' ڈالنا چاہتا ہے۔**

سعودی عرب کو امریکا کا اہم اتحادی کہا جاتا ہے۔ گزشتہ 4 دہائیوں میں دونوں ممالک کے سفارتی تعلقات بظاہر بہت گرم رہے ہیں۔ جس دن سے سعودی عرب میں تیل برآمد ہوا ہے، اسی دن سے آج تک تیل نکالنے اور صاف کرنے کا سارا کام امریکی کمپنیاں کر رہی ہیں۔ سعودی تیل کا بڑا حصہ امریکا جا رہا ہے۔ جب صدام حسین نے کویت پر حملہ کیا تو یہی امریکا خود کو کویت کا بہت قریبی دوست ظاہر کر رہا تھا۔ دوستی کا حق ادا کرنے کے لیے کویت کے 'عرب بھائی' عراق پر حملہ کر دیا۔ جس سے صدام کی فوج کویت سے پسپا ہونے پر مجبور ہو گئی۔ درحقیقت امریکا عراق و کویت کے تیل پر قبضہ جمانا چاہتا تھا۔

افغانستان پر روسی جارحیت پوری اسلامی دنیا کے لیے ایک بڑا حادثہ تھی۔ روس کے خلاف مقدس جہاد کے تسلسل سے عالم اسلام میں جہاد کا شعور ایک بار پھر زندہ ہو گیا تھا۔ دنیا بھر کے مسلمانوں بیدار ہونے لگے تھے۔ عملاً دنیا بھر کے مسلمانوں نے جہاد میں بہت مالی تعاون کیا اور بہت سوں نے جانی قربانیاں دیں، جن میں سے سعودیہ سرفہرست تھا۔ افغان عوام ان سب کے تعاون کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور ان کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ یہ تعاون عام مسلمانوں کی جانب سے تھا یا حکومتوں

کی جانب سے، ہم سب کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور کسی کی نیت پر شک نہیں کرتے، مگر اس کا بھی انکار نہیں کر سکتے کہ یہ امریکا کی خواہش بھی تھی۔ روس افغانستان میں شکست کھا گیا، مگر یہ شکست امریکا کی خواہش سے زیادہ اُس کی ضرورت تھی۔ اُس نے اپنی ضرورت پوری کرنے کے لیے تمام اسلامی ممالک سے مطالبہ کیا کہ روس کے خلاف افغان عوام کی مدد کریں۔ سعودی عرب ان تمام ممالک میں سر فہرست تھا۔ اس حقیقت کا بھی اعتراف کرنا چاہیے کہ شیخ اسامہ بن لادن رحمہ اللہ سمیت افغانستان سے لوٹنے والے تمام مجاہدین کے خلاف سعودیہ نے جتنے سخت اقدامات کیے ہیں، وہ اس وقت کیے، جب امریکا کی ضرورت پوری ہوگئی تھی۔ اب امریکا نے سعودی عرب سے ان مجاہدین کے خلاف کارروائی کا مطالبہ کیا تھا۔ ورنہ ابتدا میں اِنہی مجاہدین کو سعودی عرب میں بہت عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ سعودیہ آج تک یہ کہتا آیا ہے کہ وہ کارروائی حملہ آوروں کا ذاتی فعل تھی۔

اس واقعے بارے امریکی سکیورٹی اداروں کی جانب سے شایع ہونے والی 9 سو صفحات کی رپورٹ میں ایسے شواہد موجود نہیں ہیں، جن سے اس واقعے میں سعودی حکومت یا کسی بڑے عہدے دار کے ملوث ہونے کا کوئی ثبوت مل سکے۔ مگر امریکا نے اس وقت کہا تھا کہ اس رپورٹ کے 28 صفحات بش انتظامیہ نے حساس قرار دے کر ان کی اشاعت روک دی تھی۔ تجزیہ کاروں کا خیال ہے ان 28 صفحات کی عدم اشاعت اس بات کی سازش ہوگی کہ کسی وقت سعودیہ یا کسی اور اسلامی ملک کو اس واقعے میں گھیر کر کہا جائے گا کہ یہ اُنہی 28 صفحات کی رو سے ہے، جن کی اشاعت سے گریز کیا گیا تھا۔ اُس میں درج ہے کہ فلاں حاکم کسی نہ کسی طرح حملہ آوروں کا مددگار تھا۔ اگرچہ سعودیہ نے امریکی مفادات کا بہت خیال رکھا ہے، مگر آخر کار امریکا نے اپنی فطرت کے تحت اپنے ''سگے دوست'' کو بھی نہیں بخشا۔

> امریکا کے ایران سے روابط بہتر ہونے سے اُسے تیل کی ایسی منڈی ہاتھ آگئی ہے، جس سے وہ اپنی ضروریات پوری کر سکتا ہے۔ اس لیے امریکا نے ایران پر مہربانیاں بڑھادی ہیں۔ سچ یہ ہے کہ امریکا کو پورے ایشیا میں ایران کے علاوہ کوئی ایسا ملک نظر بھی نہیں آتا، جسے وہ اپنے مفادات اور مخالفین کے خلاف استعمال کرے۔ کیوں کہ کوئی دوسرا ایشیائی ملک ایران کی طرح امریکا کے بوٹ پالش نہیں کر سکتا۔ یہ خدمت ایران ہی اپنے مذموم مفادات کی خاطر عبادت سمجھ کر انجام دیتا ہے۔ ایران کے پاس یہی اندر باہر سے کالا سیاہ امریکی بوٹ ہے، جس کے سہارے وہ خطے کے دیگر ممالک کو بوٹ کی چمک سے چندھیائی ہوئی آنکھوں سے گھورتا رہتا ہے۔ یہی وجہ ہے امریکا ایران کو مضبوط کر کے ایشیا کے حوالے سے اپنے صلیبی عزائم پورے کرنے کے قریب پہنچ رہا ہے۔

اوباما نے بل ویٹو کرتے ہوئے کہا تھا کہ 'اِس وقت دنیا بھر میں مختلف شورشیں برپا ہیں۔ اس بل کے پاس ہونے سے امریکا کا ایک اہم اتحادی شاید ناراضگی کا اظہار کرے۔ اس کے ساتھ بیرون ممالک میں امریکی بینک، کمپنیاں، فوجی اور سیاسی رہنما بھی قانونی چارہ جوئی کا شکار ہو جائیں گے، مگر سینیٹ نے صدر کے اس بیان کی کوئی پروانہ کی اور ویٹو کو انتہائی ہٹ دھرمی سے مسترد کر دیا۔ اس بل کو روکنے کے لیے اوباما انتظامیہ نے چند نمائشی اقدامات بھی کیے تھے۔ ریپبلکن اور ڈیموکریٹک جماعتوں سے تعلق رکھنے والے رہنماؤں نے سینیٹ و کانگریس سے مطالبہ کیا کہ 'اس بل کے حق میں ووٹ نہ دیں۔' اسی طرح وزارت دفاع اور خارجہ کے بڑے افسران نے سینیٹ اور کانگریس سے مطالبہ کیا کہ 'اس بل کو پاس ہونے سے روکیں۔ اگر اس بل کا راستہ نہ روکا گیا اور سعودیہ مخالف قانونی کارروائی کی گئی تو امریکا کے اقتصادی حالات اور بھی خراب ہو جائیں گے، چونکہ یہ صرف ایک نمائشی رکاوٹ تھی، اس لیے اس کا کوئی اثر بھی نہ نکلا۔

تب سعودیہ نے بھی امریکا کو اپنا شدید ردِ عمل دکھانے کی دھمکی دی تھی۔ واشنگٹن یاترا کے موقع پر وزیر خارجہ عادل الجبیر نے امریکا کو 'واضح الفاظ' میں بتایا کہ 'اگر سعودیہ کے خلاف کوئی اقدام ہوا تو سعودیہ امریکا میں موجود اپنے تمام وسائل بیچ دے گا۔' اب جب کہ بل پاس ہو چکا ہے، نامعلوم سعودیہ واقعتاً ایسا کوئی اقدام کرنے کی ہمت رکھتا ہے یا نہیں؟!

11 ستمبر کے واقعے سے سعودیہ کا کوئی تعلق نہیں، مگر سعودی حکومت کے خلاف اقدامات اور واقعے میں ہلاک شدگان کو سعودی خزانے سے تاوان دینا اگر قانونی عمل ہے تو افغانستان میں شہید ہونے والے لاکھوں بے گناہوں کے خاندانوں کو بھی حق ملنا چاہیے۔ جو امریکا اور دیگر اتحادیوں کے خلاف عدالتوں سے رجوع کر کے اپنے شہداء کی دیت کا مطالبہ کریں۔ امریکا سمیت درجنوں غیر اسلامی ممالک ایٹمی قوت بننے اور اپنے پاس درجنوں ایٹم بم رکھنے کا حق رکھتے ہیں، مگر اسلامی دنیا کا یہ

حق مسلوب ہے۔ عراق پر حملے کے حوالے سے برطانوی حکومت کی جانب سے متعین تحقیقی وفد نے یہ اعلان کیا تھا کہ عراق میں کیمیائی ہتھیاروں کی موجودگی کے حوالے سے برطانوی وزیراعظم ٹونی بلیئر نے جھوٹ بولا تھا۔ کیا عراق کے عوام کو امریکا و برطانیہ کے خلاف قانونی چارہ جوئی کا حق دیا جائے گا؟!

ایسا نہیں ہوگا، کیوں کہ یہ وہ دور ہے جب کافر طاقتیں قتل کے بعد مدعی اور منصف بھی خود بن بیٹھی ہیں اور مسلمان سمجھی جانی والی حکومتیں غلامی اور بے حسی کا غلاف اوڑھے سو رہی ہیں۔ ان اسلامی ممالک پر افسوس ہے، جن کو اب بھی امریکا کی دوستی پر اعتماد ہے۔

سعودیہ عرب کا ایران بارے مؤقف ہے کہ بشار الاسد اور حوثی باغیوں کی حمایت کرنے پر مغرب اور امریکا ایران کو بھی سزا دیں یا کم از کم بشار الاسد اور حوثیوں کی حمایت سے دست بردار کرایا جائے، مگر سعودیہ کے کسی ایک مطالبے پر کان نہیں دھرے گئے۔ اس کے برعکس ایران اور مغرب کے تعلق دن بدن بہتر ہونے لگے ہیں، لیکن نام نہاد اسلامی حکومتوں کو پھر بھی عقل نہیں آرہی۔ یہ سچ ہے کہ سعودی عرب ایران کے حوالے سے امریکی مؤقف سے ناراض ہے۔ کچھ عرصہ قبل سعودی حکومت کے ایک اعلیٰ عہدے دار نے اپنی 'ناراضگی' کا اظہار بہت واضح الفاظ میں کیا کہ ''ایران جو کچھ کرتا ہے، اس کے خلاف امریکا کچھ بھی نہیں کہتا اور خاموشی سے پیچھے ہٹ جاتا ہے۔ ہمیں اس کی کوئی پروا نہیں کہ امریکا کس بات پر ناراض ہوتا ہے یا غصہ؟ یہ ٹھیک ہے کہ ہم وہائٹ ہاؤس کے مؤقف کو 'قدر کی نگاہ' سے دیکھتے ہیں، مگر اپنے مفادات کے تحفظ کے لیے ہم 'تہران کے خلاف مظاہرہ' کرنے کو بھی تیار ہیں۔''

سعودی عرب کا خیال ہے کہ مشرق وسطیٰ کے حوالے سے امریکی سیاست میں بہت تبدیلی آئی ہے۔ امریکا بظاہر مصر، سعودی عرب، قطر، کویت، اردن اور دیگر عرب ممالک کو اپنا اتحادی قرار دیتا ہے۔ ان کے کہنے پر ایران کو دھمکیاں بھی دیتا ہے، مگر خفیہ طور پر ایران کی جانب اس کے ہاتھ لپے ہیں۔ وہ چاہتا ہے ایران خطے کی واحد قوت بن جائے۔ اس کے ذریعے خطے کے تمام ممالک کو دھمکاتا رہے۔ اسی لیے ایران سے اس نے ایٹمی معاہدہ کیا ہے۔ اقتصادی پابندی ہٹا دی ہیں۔ سلامتی کونسل میں ایرانی اقدامات کی حمایت کرتا ہے۔ حزب اللہ اور حوثی ملیشیا کو اسلحہ دیتا ہے۔ بشار الاسد کی حمایت کرتا ہے۔ جب کہ سعودیہ، امریکا کے جس مؤقف کو 'قدر کی نگاہ' سے دیکھتا ہے، وہ یہ ہے کہ ''ایران شام اور یمن کے مسائل حل کرنے کی مخلصانہ کوشش کرتا ہے۔''

امریکا کے ایران سے روابط بہتر ہونے سے اُسے تیل کی ایسی منڈی ہاتھ آگئی ہے، جس سے وہ اپنی ضروریات پوری کر سکتا ہے۔ اس لیے امریکا نے ایران پر مہربانیاں بڑھا دی ہیں۔ سچ یہ ہے کہ امریکا کو پورے ایشیا میں ایران کے علاوہ کوئی ایسا ملک نظر بھی نہیں آتا، جسے وہ اپنے مفادات اور مخالفین کے خلاف استعمال کرے۔ کیوں کہ کوئی دوسرا ایشیائی ملک ایران کی طرح امریکا کے بوٹ پالش نہیں کر سکتا۔ یہ خدمت ایران ہی اپنے مذموم مفادات کی خاطر عبادت سمجھ کر انجام دیتا ہے۔ ایران کے پاس یہی اندر باہر سے کالا سیاہ امریکی بوٹ ہے، جس کے سہارے وہ خطے کے دیگر ممالک کو بوٹ کی چمک سے چندھیائی ہوئی آنکھوں سے گھورتا رہتا ہے۔ یہی وجہ ہے امریکا ایران کو مضبوط کر کے ایشیا کے حوالے سے اپنے صلیبی عزائم پورے کرنے کے قریب پہنچ رہا ہے۔

اسلام کے خلاف امریکا کی جانب سے جاری صلیبی جنگ میں شیعہ کمیونٹی امریکا کے ساتھ مل گئی ہے۔ اسی لیے ایران کو امریکی اپنے مفادات کا بہترین چوکیدار سمجھ رہے ہیں۔ ہم یہ نہیں کہہ رہے کہ ایران 'استعمال ہو رہا ہے۔' شیعہ لوگ تو بہت سمجھ دار ہیں۔ بلکہ ہمارا مقصد یہ ہے کہ ایرن کے عالم اسلام کے خلاف اپنے مفادات ہی کچھ اس طرح کے ہیں کہ اسلام کے حقیقی پیروکار یہ سمجھ رہے ہیں کہ ایران اپنے اِنہی مفادات کی وجہ سے خواہی نخواہی امریکی ہاتھوں کا 'ایشیائی کھلونا' بن کر رہ گیا ہے۔ ایران کی کوشش ہے کہ موجودہ حالات میں امریکی اقدامات کو اپنے مقاصد کے لیے استعمال کر سکے۔ لیکن یہ تاریخ کا سبق ہے کہ جب دو غلط لوگ کسی ہدف کو حاصل کرنے لگتے ہیں تو 'بڑا غلط کار' جیت جاتا ہے اور 'چھوٹے غلط کار' کو نقالی کا بہروپ بھرنے کی وجہ سے شرم ناک شکست نہیں، بلکہ 'ذلت' کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ مشرق وسطیٰ سے متعلق ایران کی پالیسی یہ ہے کہ علاقائی ممالک اُس کا اثر و رسوخ تسلیم کر کے 'گریٹر ایران' (کسریٰ) کی آگ کو سجدہ کرنے لگیں۔ ایران نے اپنی اس پالیسی کو خفیہ رکھنے کی ضرورت محسوس نہیں کی ہے۔ کیوں کہ ایران مشرق وسطیٰ کے کسی ملک کی پروا نہیں کرتا۔ وہ عسکری لحاظ سے ہر کسی کو اپنا حریف سمجھتا ہے۔ باقی دنیا تو ویسے بھی اس سلسلے کو جاری رکھنے کی حامی ہے۔

جب گزشتہ سال کے اواخر میں حوثی باغیوں نے یمن میں پیش قدمی کی اور شمالی حصے میں ایرانی پرچم بلند کیے تو کئی مرتبہ ایرانی رہنماؤں کے منہ سے بہت فخر سے یہ

بات نکلی کہ بغداد، دمشق اور بیروت کے بعد اب صنعاء بھی ہمارے اثر و رسوخ کا علاقہ بن گیا ہے۔ کچھ عرصہ قبل 'علی یونسی' نامی ایرانی سابق وزیر تہران میں ایک سیمینار سے خطاب کرتے ہوئے اتنے آگے کہہ گئے کہ "پورا مشرق وسطی ہمارے اثر و رسوخ کا خطہ ہے۔ ہم مشرقی رومیوں، عثمانی ترکوں اور عرب سلفیوں سے بیک وقت لڑ سکتے ہیں۔"

تجزیہ کار درست کہتے ہیں کہ عرب دنیا میں موجود ہنگاموں اور فسادات کا مکمل فائدہ امریکا کو پہنچتا ہے، مگر امریکا کے بعد اس کا فائدہ ایران نے اُٹھایا ہے۔ کیوں کہ جنگوں اور ہنگاموں کے نتیجے میں علاقائی ممالک کے کمزور ہونے سے ایران پُرانی آتش پرست فارسی سلطنت کے احیا کا خواب دیکھ رہا ہے۔

یہی وجہ ہے ایک غیر عرب قوم اور تہذیب عراق، شام، لبنان اور یمن جیسے مشہور عرب خطوں میں نظر آ رہی ہے۔ یہ اندیشہ بے جا نہیں، مگر سوچا جا سکتا ہے، اگر ایران کی طرف ایسا ارادہ موجود بھی ہے تو اس کا پورا ہونا ناممکن ہے۔ اس بات کو امریکا اور مغربی دنیا بھی جانتی ہے کہ اجتماعی طور پر شیعوں اور خصوصاً ایران کے خلاف عام اہلِ سنت اور خصوصاً عربوں میں بہت زیادہ نفرت پائی جاتی ہے۔ سنی کبھی بھی اپنے علاقوں میں شیعی عزائم کو پورا نہیں ہونے دینا چاہتے۔ عراق اس کی بہترین مثال ہے۔ امریکا بہت کوششوں کے باوجود شیعہ حکومت کو کامیاب نہ کروا سکا۔ لیکن سب جانتے ہیں کہ امریکا اور ایران مل کر بھی مقبول اہلِ سنت کے جہاد کو کمزور نہیں کر سکے ہیں۔ کیوں کہ باطل قوتوں کے خلاف جہاد تو قیامت تک جاری رہے گا۔

البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ ایران کسی محدود وقت کے لیے کسی علاقے پر اپنا اثر قائم کر سکے، لیکن ایسا ہمیشہ کے لیے ہو جائے، اسلام اور جہاد کی تاریخ کے مطابق ایسا کبھی نہیں ہو سکتا۔ ایک دن آئے گا کہ باطل قوتوں کو اہلِ سنت کے سامنے سر جھکانا پڑے گا۔ یہ ہو کر رہے گا۔

مشرق وسطی کے حوالے سے موجودہ امریکی پالیسی کی وجہ سے سعودی عرب امریکا اور دیگر مغربی ممالک سے شدید مایوسی کا شکار ہو کر اپنی توجہ عرب دنیا کی طرف کر رہا ہے۔ وہ اس کوشش میں ہے کہ ساری عرب دنیا کی توجہ حاصل کر کے انہیں اپنے گرد جمع کر لے۔ باوجود یہ کہ سعودیہ اور امریکا کے تعلقات خراب ہو چکے ہیں، مگر خیال کیا جا رہا تھا کہ یہ تلخیاں بیانات سے آگے نہیں بڑھ سکیں۔ کیوں کہ الفاظ اور شکووں سے بڑھ کر عملی طور پر ایک دوسرے کے خلاف اقدامات کسی ایک کے مفاد میں بھی نہیں ہیں، مگر اوباما کی جانب سے دورۂ سعودیہ کے موقع پر اُسے معلوم ہوا کہ یہ ناراضگی توقع سے زیادہ شدید ہے۔ رواں سال 20 اپریل کو بارک اوباما سعودی عرب کے دو روزہ دورے پر سعودی عرب آئے تھے۔ اب کے ایئر پورٹ پر اترتے وقت اوباما کا ماضی کی طرح کا شان دار استقبال نہیں ہوا تھا۔ امریکی صدر کی آمد کے حوالے سے سعودیہ نے کوئی جوش وجذبہ نہیں دکھایا تھا۔ ہونا یوں تھا کہ شاہ سلطان بن عبدالعزیز خود ہوائی اڈے تک آتے، مگر وہ نہیں آئے۔ ریاض کے گورنر شہزادہ فیصل بن عبدالعزیز اور وزیر خارجہ عادل الجبیر ہوائی اڈے پر آئے تھے۔

عرب میڈیا نے بھی اس منظر کو معمولی خبر کی طرح نشر کر کے دیگر پروگرام آن ایئر کر دیے گے۔ امریکی صدر ہوائی اڈے سے سیدھے شاہ کے محل گئے۔ دونوں رہنماؤں نے ملاقات کے دوران دو گھنٹے طویل ملاقات کی، مگر اس ملاقات کا کوئی لمحہ میڈیا پر نشر کیا گیا، نہ دونوں رہنماؤں کے ایجنڈے سے متعلق کوئی بات میڈیا پر آئی۔ چوں کہ اس وقت تک فریقین کے درمیان کسی قسم کی بیان بازی یا لفظی مخالفت کا سلسلہ شروع نہیں ہوا تھا، اس لیے فریقین نے اس پر کوئی ردِ عمل نہیں دکھایا۔ امید کی جا رہی تھی کہ دونوں ممالک کے تعلقات پھر سے بہتر ہو جائیں گے، مگر جب گزشتہ دنوں امریکی رہنماؤں اور سینیٹ و کانگریس، سب نے مذکورہ بل منظور کیے اور مقابلۃً سعودیہ نے امریکا سے اپنے ذخائر نکالنے کی بات کی تو اب امید نہیں کی جا سکتی کہ یہ روابط واپس سابقہ حالت پر لوٹ آئیں گے۔ یہ بات سعودیہ کے لیے ہر لحاظ سے مفید ہے کہ صلیبی لشکروں کے سربراہ، لاکھوں مسلمانوں کے قاتل امریکا سے دوستی ختم کر دے۔

صرف عرب نہیں، بلکہ پوری اسلامی دنیا کی جانب اپنی توجہ مبذول کرے۔ دیگر ممالک سے خریدے ہوئے طیاروں، اسلحہ اور مادی وسائل سے دھوکہ نہ کھائے اور کسی بھی اسلامی ملک سے لڑائی میں خود کو نہ پھنسائے۔ جو اسلامی ممالک امریکی دوستی پر راضی اور مطمئن ہیں، اس پر خوشی کا اظہار کر رہے ہیں۔ ان کے لیے انتہائی عبرت کا موقع ہے کہ امریکا کی دوستی پر نظرِ ثانی کریں۔ کیوں کہ سَدھر کر نقصان سے بچنے کا موقع بار بار نہیں آتا۔

شاہد غزنیوال

گوریلا جنگ میں کامیابی

عمری آپریشن کے سلسلے میں مجاہدین نے رواں سال کھلے میدان میں لڑی جانے والی جنگی حکمت عملی کے علاوہ 'شہری جنگ' کی حکمت عملی بھی وضع کرلی ہے۔

موجودہ حالات میں گوریلا جنگ ایک کامیاب حکمت عملی ہے، کیوں کہ کم وسائل اور کم وقت میں دشمن کو شدید نقصان پہنچایا جاسکتا ہے۔ مجاہدین نے رواں سال اسی حکمت عملی کے تحت ہلمند، ارزگان، فراہ، قندوز اور بغلان صوبوں میں کارروائیاں کیں، جن کے نتیجے میں دشمن کو بھاری جانی ومالی نقصان پہنچا ہے۔ دشمن اس وار سے بے حد پریشان ہے۔

مجاہدین نے اس کا تجربہ قندوز میں کیا تھا۔ انہوں نے قندوز شہر میں دشمن کے اہم فوجی ٹھکانوں اور چیک پوسٹوں پر کامیاب تابڑتوڑ حملے کیے۔ امریکا کی زمینی اور فضائی مدد کے باوجود مجاہدین نے دشمن سے شہر کے اہم علاقوں کا کنٹرول حاصل کرلیا اور آٹھ دن تک یہ تمام علاقے مجاہدین کے کنٹرول میں رہے۔

قندوز کے دارالحکومت میں آٹھ دن تک مجاہدین کے کنٹرول نے یہ ثابت کردیا کہ مجاہدین کو عوام کی حمایت حاصل ہے۔ کیوں کہ ایسا سب عوام کی حمایت کے بغیر ممکن نہیں تھا۔ مجاہدین نے ایک ہفتے تک شہر میں قیام کیا اور شہر کے باہر سے انتظامی اور فوجی مدد کے بغیر دشمن کا مقابلہ کیا تھا۔ عوام ہی نے مجاہدین کے لیے کھانے پینے کا انتظام کیا۔

> چوں کہ اسلامی نکتۂ نظر سے بھی جہاد کا مقصد اللہ کے دین کی حاکمیت ہے نہ کہ زمین پر محض کنٹرول حاصل کرنا۔ اس لیے ضروری ہے کہ کسی شہر پر کنٹرول حاصل کرنے کے بعد سب سے پہلے وہاں کے شہریوں کی حفاظت کے لیے اقدامات اٹھائے جائیں۔ انہیں کسی قسم کا ضرر اور نقصان نہ پہنچائیں۔ شہر کے اندر بعض مقامات دشمن کے لیے اہمیت کے حامل ہوتے ہیں۔ ان علاقوں کو میدان جنگ بنانے سے عوام کے جان ومال اور ان کی املاک کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو تو فی الوقت ایسے علاقوں پر کنٹرول سے گریز کرنا چاہیے۔

قندوز میں یہ عوام کا پہلا تعاون نہیں تھا، بلکہ اس سے قبل بھی یہاں کے عوام نے جہاد اور مجاہدین سے محبت کی بہت مثالیں تاریخ میں درج کرائی ہیں۔ جب امریکا نے افغانستان پر حملہ کیا تو ہزاروں مجاہدین قندوز میں محصور ہوگئے تھے۔ اسی قندوز کے عوام نے انہیں اپنے گھروں میں پناہ دے کر کئی ماہ تک حفاظت کی۔ اور موقع ملنے پر انہیں اپنے اپنے علاقوں تک بحفاظت پہنچایا۔ اب ایک بار پھر قندوز کے عوام نے مجاہدین کو اپنے گھروں میں جگہ دی اور انہیں دشمن کے خلاف لڑنے کے لیے تمام وسائل مہیا کرتے ہوئے ہر قسم کی قربانی دی، جو یقیناً اسلام اور جہاد سے محبت کا واضح ثبوت ہے۔

گوریلا جنگ میں مجاہدین کی شرعی اور اخلاقی ذمہ داریوں کے حوالے سے چند اہم باتیں پیش خدمت ہیں۔ عسکری ماہرین کے مطابق 'شہری جنگ میں وہ لوگ کامیاب ہوں گے، جنہیں عوام کی بھرپور حمایت حاصل ہو، کیوں کہ شہری جنگ میں عوام کا دفاع اور اُن کا تعاون لازمی جز ہے۔' اگر مجاہدین شہری جنگ میں کامیابی حاصل کرنا چاہتے ہیں تو وہ سب سے پہلے شہریوں کا اعتماد حاصل کریں اور ان کی حفاظت کے لیے منصوبہ بندی کرنا ہوگی۔ شہری جنگ میں اچھے نتائج حاصل کرنے کے لیے ضروری ہے کہ مجاہدین درج ذیل نکات پر سنجیدگی سے غور کریں اور نئی حکمت عملی کے ساتھ آگے بڑھنے کی کوشش کریں۔

الف:

افغانستان میں میڈیا بالخصوص ٹیلی ویژن چینلوں کی سرگرمیاں شہری علاقوں تک محدود ہیں۔ یہ شب وروز مجاہدین کے خلاف پروپیگنڈوں میں مصروف ہیں۔ مجاہدین کو بدنام کرنے کے لیے ہر حربہ استعمال کرتے ہیں۔ اسی وجہ

سے کچھ شہریوں کی غلط ذہن سازی ہوگئی ہے۔ وہ مجاہدین کو منفی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اس لیے ضروری ہے کہ شہر میں داخل ہونے کے بعد مجاہدین شہریوں کے ساتھ نیک سلوک کریں۔ ان کا احترام کریں۔ ان کے جان و مال کے تحفظ کے لیے تمام ممکنہ وسائل بروئے کار لانے کی کوشش کریں۔

ب:

چوں کہ اسلامی نکتۂ نظر سے بھی جہاد کا مقصد اللہ کے دین کی حاکمیت ہے نہ کہ زمین پر محض کنٹرول حاصل کرنا۔ اس لیے ضروری ہے کہ کسی شہر پر کنٹرول حاصل کرنے کے بعد سب سے پہلے وہاں کے شہریوں کی حفاظت کے لیے اقدامات اٹھائے جائیں۔ انہیں کسی قسم کا ضرر اور نقصان نہ پہنچائیں۔ شہر کے اندر بعض مقامات دشمن کے لیے اہمیت کے حامل ہوتے ہیں۔ ان علاقوں کو میدان جنگ بنانے سے عوام کے جان ومال اور ان کی املاک کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو تو فی الوقت ایسے علاقوں پر کنٹرول سے گریز کرنا چاہیے۔

ج:

چوں کہ اس وقت افغانستان میں کاشت کاری کا موسم ہے اور لوگوں کی اکثریت زراعت سے وابستہ ہے۔ اس لیے مجاہدین کوشش کریں کہ وہ لوگوں کے کھیتوں کا خیال رکھیں۔ کیوں کہ دشمن لوگوں کی فصلات پر بمباری کرنے سے گریز نہیں کرتا۔ جن علاقوں میں جنگ سے فصلیں تلف ہونے کا خطرہ ہو، وہاں مجاہدین کو محتاط رہنا چاہیے۔ جہاں دشمن کی ایسی کارروائیوں کا یقین ہو، جہاں عوام کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو، وہاں جنگ سے گریز کرنا چاہیے۔

د:

شہروں میں مجاہدین دیہات کی نسبت زیادہ واقف نہیں ہیں۔ جب کہ یہاں مختلف اقوام کے لوگ رہتے ہیں۔ اس لیے دوست اور دشمن کی تمیز کرنا مشکل ہے۔ لہذا قابل اعتماد انٹیلی جنس معلومات کے بغیر عام لوگوں کی اطلاع پر کسی کے خلاف کارروائی کرنے سے اجتناب ضروری ہے۔

ہ:

عوام کی حمایت ہماری جدوجہد کے لیے سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ کسی بھی شہر میں داخل ہونے کے بعد مجاہدین عوام کے ساتھ نہایت نیک سلوک کریں۔ سرکاری املاک کا تحفظ ان کی پہلی ترجیح ہونی چاہیے۔ عوامی افادیت کے پیش نظر بجلی، صحت کے مراکز، اسکولوں اور ٹریفک کی سہولیات کے تحفظ کے لیے خصوصی اقدامات کیے جائیں۔

و:

تمام شہروں میں پرائیوٹ اداروں، ذرائع ابلاغ، غیر سرکاری تنظیموں اور اس قسم کے دیگر اداروں کے کارکنوں اور ان کے دفاتر کی حفاظت ضروری ہے۔ غیر ذمہ دارانہ لوگوں کی جانب سے انہیں نقصان پہنچانے کا تدارک کرنا چاہیے۔

ی:

جس شہر میں مجاہدین داخل ہوتے ہیں اور حکومتی فورسز کے فرار ہونے کے بعد شہر، لوگوں کی املاک اور اُن کے جان ومال کا تحفظ شرعی اور قانونی طور پر مجاہدین کی ذمہ داری بنتی ہے۔ اس لیے مجاہدین کو سب سے پہلے بہتر حکمرانی قائم کرنے اور شرپسند عناصر کی سرکوبی کی طرف توجہ دینی چاہیے۔

ہم امید کرتے ہیں کہ مذکورہ ہدایات مجاہدین کے لیے بہت اہم ہیں۔ اس لیے اِن کی طرف خصوصی توجہ کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالی مجاہدین کی قربانیاں قبول فرمائے۔ آمین

پندرہ سال کی عمومی صورت حال

امریکا اور نیٹو نے پندرہ سال افغانستان پر بی باون طیاروں اور کروز میزائلوں کے ذریعے امن اور تعمیر کے نعروں کی گونج میں افغانستان پر حملہ کیا تھا۔ ان پندرہ سالوں میں افغان عوام نے انتہائی مشکل مراحل دیکھے ہیں۔ جنگ اور بدامنی انتہائی زیادہ اور ہمہ پہلو ہو گئی ہے۔ اسی طرح بے بسی، بے روزگاری، بدامنی اور بے حیائی میں اضافہ ہوا ہے۔ لوگ انتہائی نازک حالت میں افغانستان سے ہجرت کرنے پر مجبور ہوئے۔ علاوہ ازیں افغانستان کے تقریباً 30 ملین افراد میں سے 5 ملین، جن میں 1 ملین خواتین بھی شامل ہیں، جو مجموعی آبادی کی 17 فیصد ہیں، سب منشیات کے عادی ہو گئے ہیں۔ دوسری طرف افغانستان کی منشیات امریکا کے لیے عالمی تجارت بن گئی ہیں۔ نہ صرف افغانوں کو اس کا عادی بنایا گیا ہے، بلکہ دنیا کے درجنوں ملین دیگر انسان بھی اس کے عادی بنا دیے گئے ہیں۔

جنگ اور بدامنی میں اضافہ

افغانستان کی جنگ امریکی سرحدات سے باہر امریکی تاریخ کی سب سے طویل جنگ ہے۔ امریکی اور نیٹو فوجیوں نے اپنے حملوں میں لاکھوں مسلمانوں کو شہید اور زخمی کیا ہے۔ اسی حالت میں امریکی غلاموں اور کرائے کے دانش وروں نے اسٹریٹیجک اور امن معاہدے پر دستخط کے لیے ایسا ڈھول پیٹا، گویا یہ معاہدہ لوگوں کو تحفظ، امن اور خوش حالی دے ہی دے گا، جس سے امریکا نے افغانستان میں اپنے فوجیوں کے لیے عدالتی تحفظ کے ساتھ ساتھ طویل مدتی قیام کے لیے اجازت بھی حاصل کر لی۔ افغانستان کے مختلف علاقوں میں دائمی فوجی اڈے بنا لیے۔ اس معاہدے کے بعد نہ صرف یہ کہ تحفظ، امن اور خوش حالی نہیں آئی، بلکہ ماضی کی نسبت بدامنی اور غربت میں مزید اضافہ ہوا ہے۔

یہ بات واضح ہے کہ افغانستان امریکا کے لیے ایک فوجی اڈے کے طور پر اہمیت رکھتا ہے۔ امریکا کے فوجی اقدامات کے دیگر بہت سے علاقائی پہلو ہیں۔ وہ افغان قوم کے لیے سخت منافرانہ نظریات کے ماتحت اقدامات روا رکھے ہوئے ہے۔ وہ یہاں بیٹھ کر وسطی و جنوبی ایشیا اور دنیا کے دیگر حصوں میں اپنے مذموم مفادات حاصل کر سکے۔ افغانستان میں بدامنی اور وحشت اس وقت تک جاری رہے گی، جب تک امریکا خطے میں موجود ہے۔

اسلام مخالف اور سیکولر بنیادوں کا قیام

جارحیت پسندوں کی کوشش ہے کہ اسلام کو افغانوں کی زندگی سے نکال دیا جائے۔ اسے مسجد کے محرابوں تک محدود کر دیا جائے۔ حتیٰ کہ مساجد کے بہت سے ائمہ کے لیے خطبات وزارتِ حج و اوقاف اور سیکورٹی ایجنسی کی جانب سے تیار کیے جاتے ہیں۔ امریکا جس جمہوری نظام کو یہاں نافذ کرنا چاہتا ہے، وہ سراسر اسلام مخالف اور انسانوں کو غلام بنانے کے لیے تیار کیا گیا ہے۔ افغان حکومت لوگوں کو آئین کی دو شقوں کے ذریعے دھوکہ دیتی ہے۔ ایک یہ کہ 'افغانستان کا سرکاری مذہب 'اسلام' ہے۔' دوسرا یہ کہ 'افغانستان میں کوئی قانون 'عقائدِ اسلام' کے خلاف نہیں بنے گا۔' حالانکہ ہم دیکھتے ہیں کہ کس طرح سیکولرازم اور جمہوریت کو نافذ کیا جاتا ہے۔ حکومتی اداروں میں رشوت، بینکوں میں سود، میڈیا میں فحاشی کا سیلاب بہہ رہا ہے۔ کفار کے ساتھ تعلقات اور سیاسی بنیادیں اسلامی احکامات کے لحاظ سے نہیں، بلکہ قومی اور علاقائی افکار کی بنیاد پر تشکیل پاتے ہیں۔ حکومت درباری ملاؤں اور پیروں کے تعاون سے کفریہ موضوعات کی اسلامی تشریح کراتی ہے۔

بدامنی اور بے حیائی کا اضافہ

بدامنی اور بے حیائی ہر شہر اور ہر کوچے میں پھیلی ہوئی ہے۔ میڈیا کے ذریعے ترکی اور انڈیا کے بے حیائی سے بھرپور ڈراموں کی نشر و اشاعت سے نوجوان لڑکے لڑکیوں کو ماں باپ کا باغی، مخالف جنس سے ناجائز تعلقات پیدا کرنے اور خاندانوں میں بے راہ روی پیدا کی جا رہی ہے۔ نوجوان میں اسقاطِ حمل کا رجحان اور دارالامان کے نام سے خاندانوں کو اُجاڑا جا رہا ہے۔ اشرف غنی کی عیسائی بیوی کی طرف سے پروموٹ اور خواتین کے حقوق کے نام سے پروگرام چلائے جاتے ہیں۔ مسلمان اور پردہ دار

خواتین پر حملے کیے جاتے ہیں۔ ان کے اسلامی تشخص کو دہشت کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ حتی کہ افغان خواتین کو یورپ کے مہاجر کیمپ میں اس بات پر مجبور کیا جاتا ہے کہ دس یورو سے کم قیمت میں اپنی عزت فروخت کریں۔ انہیں اجتماعی جنسی زیادتی کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔

اقتصادی میدان

جارحیت پسندوں نے افغانستان پر قبضے کے بعد اقتصادی نظام کو بھی اسلام کی تعلیمات سے سراسر مخالف بنادیا ہے، جس کے نتیجے میں گزشتہ 15 سالوں میں سرمایہ دارانہ نظام کی بیماریاں؛ سودی بینک، ذخیرہ اندوزی، بیمہ اور کمر توڑ ٹیکس وسیع پیمانے پر پھیلادی گئی ہیں۔ مغرب کی جانب سے 100 ارب سے زیادہ کی امداد کے دعوے کے باوجود بے روزگاری اور غربت عروج پر ہے۔ 50 فیصد لوگ غربت کی لکیر سے نیچے زندگی گزار رہے ہیں۔ غربت میں اضافے کی وجہ سے لوگ اپنے بچے فروخت کرنے پر مجبور ہیں۔ مغربی تعاون نے افغانستان میں لوگوں کو گروپوں میں تقسیم کر کے رکھ دیا ہے۔ اب بھی 90 فیصد لوگوں کے سرمائے پر 10 فیصد لوگوں کا قبضہ ہے۔ افغانستان کی تجارت 96 فیصد درآمدات اور 4 فیصد برآمدات پر مشتمل ہے۔ نجانے حکومت کس معاشی ترقی کا دعوی کر رہی ہے؟! افغان حکومت کی پالیسی افغان عوام کی ضرورت کے بجائے جارحیت پسندوں کے مفادات اور عالمی بینک، عالمی تجارتی تنظیموں اور دیگر اداروں کے مفادات کے مطابق بنائی جاتی ہے۔

ٹرانسپورٹ، ہسپتال، عدالتی مراکز اور دفاتر کی موجودہ صورت حال یہ ثابت کرتی ہے کہ حکومت لوگوں کو ذلیل کرنے، تیسرے درجے کا شہری سمجھنے اور افغانستان کے غیور اور خود مختار لوگوں کی توہین کو اپنی سیاست سمجھتی ہے۔ کابل انتظامیہ چاہتی ہے افغانستان کے مزاحمت کار مسلمانوں کو ایسا ذلیل کیا جائے کہ اُن کے اذہان سے دین داری اور آزادی کی سوچ سے نکل جائے۔ اُنہیں غلامی اور ذلت کی عادت ہو جائے۔

تعلیمی نظام

افغانستان کا تعلیمی نظام مغربی افکار کی بنیاد پر بنایا گیا ہے۔ وہ کھلم کھلا اسلامی عقیدے کے خلاف ہے، جس کی وجہ سے آئندہ نسلیں اسلامی تشخص کے بجائے سیکولر اور کٹھ پتلی افکار لے کر پیدا ہوں گی۔ اسکولوں اور کالجوں کے نصاب میں جمہوریت، اجتماعی زندگی سے دین کو جدا کرنے، نیشنل ازم، نام نہاد آزادی اور انسانی حقوق کے اسلام سے متصادم فکری مضامین ہیں طلباء کو سکھائے جارہے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ تعلیمی مراکز میں طالبات اور طلباء کے درمیان مخلوط ماحول بنایا گیا ہے، جس سے بے راہ روی پیدا کی جارہی ہے۔

جب کہ اسلام کو حکومت کا سرکاری مذہب کہنے والے اس بات کے لیے قطعا تیار نہیں ہیں کہ اسلام کے سیاسی، اقتصادی اور معاشرتی نظام کا ذکر نصاب میں شامل کیا جائے۔ افسوس ناک امر یہ ہے کہ اسلام کو صرف نماز روزے کا حامل ایک سوکھا مذہب باور کرایا جارہا ہے۔ محض چند عقائد اور عبادت کے ذکر پر اکتفا کیا گیا ہے۔ ہمارے بچوں کو مغربی ثقافت کی تربیت دی جاتی ہے۔ اسلام کو ایک ایسا مذہب پیش کیا جاتا ہے، جس کے پاس زندگی کے مسائل کے لیے کوئی حل نہیں ہے۔

اے افغان قوم!

افغانستان جارحیت کا شکار ہے۔ امریکا افغانستان کو اپنے علاقائی مفادات کے لیے استعمال کر رہا ہے۔ امریکی حکام کے حالیہ بیانات اور افغانستان میں فوجیوں کی تعداد میں اضافہ، ڈرون اور بی باون طیاروں کی بمباری کا پھر سے آغاز اس بات کی علامت ہے کہ افغانستان مستقبل میں علاقائی اور عالمی طاقتوں کے لیے جنگ کا گرم محاذ بننے جا رہا ہے۔ ایسے حالات میں امن، سکون، اقتصادی، صنعتی اور تجارتی ترقی صرف ایک سہانا خواب ہے۔ سچی بات یہ ہے کہ مغرب کے وعدے صرف دھوکہ ہیں۔ پندرہ سالہ تاریخ اس کا ثبوت ہے۔ ہمیں مغرب سے توقعات وابستہ نہیں کرنی چاہییں۔ مسلمانوں کی دنیا و آخرت کی حقیقی خوش حالی اور ترقی کا راز اسلامی نظام میں ہے۔ شریعتِ اسلام شیطان کے شر اور آخرت کے عذاب سے چھٹکارے کے لیے بہترین فضا مہیا کرتی ہے۔ نظامِ خلافت امت مسلمہ کو قومی، لسانی، علاقائی اور مذہبی اختلافات سے بچا کر ایک لڑی میں پرو دیتی ہے۔ جس سے دشمن کے خلاف یکجہتی اور اتحاد کی فضا پیدا ہوتی ہے۔ یہی اتحاد ہے، جس کی طرف اللہ تعالی نے بُلایا ہے:

''وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا''

اور اللہ کی رسی کو سب مل کر مضبوطی سے تھامے رکھو، اور آپس میں پھوٹ نہ ڈالو!

اسد افغان

محاذِ جنگ کا آنکھوں دیکھا حال، تاثرات

محترم قارئین! آپ جانتے ہیں افغانستان کے طول و عرض میں کفریہ طاغوت اور ان کی کٹھ پتلیوں کے خلاف جہاد پوری قوت سے جاری ہے۔ جہادی معرکوں میں سے ایک قابل ذکر علاقہ ہلمند ہے، جہاں بہت فتوحات حاصل ہو رہی ہیں۔ امارت اسلامیہ کے ثقافتی کمیشن کی خصوصی ٹیم ہلمند کے حالیہ معرکوں میں مجاہدین کے شانہ بشانہ تھی، جو جہادی پیش رفت اور پیش قدمی کو کیمرے کی آنکھ میں محفوظ کرتی رہی ہے۔ اس ٹیم کے ایک رکن 'اسد افغان' آنکھوں دیکھا حال اور یادداشتیں و تاثرات پیش کر رہے ہیں۔

مجاہدین کا تسلط

میڈیا پر بتایا جاتا ہے کہ نوے فیصد ہلمند پر مجاہدین کا قبضہ ہے، مگر حقیقت یہ ہے کہ 95 فیصد سے زیادہ علاقہ مجاہدین کے زیرِ نگین ہے۔ ہم ہلمند کے طول و عرض میں گھومے پھرے ہیں۔ اشرف غنی ٹولہ صرف مرکزی شہر لشکر گاہ اور چند اضلاع کے مراکز تک محدود ہے۔ لشکر گاہ کے قریب بہت سے علاقے جیسے: بولان، چاہ انجیر اور باباجی وغیرہ مجاہدین فتح کر چکے ہیں۔ مارجہ اور ناد علی کی جانب سے جنگی خط احمد ولی چار راہی تک آ گیا ہے۔ ضلع کا اکثر حصہ فتح ہو چکا ہے۔ جب کہ کچھ فوجی (جو ایک تھانے کے حاکم ہیں) محصور ہیں۔ محصور فوجیوں کو غذائی مواد فضائی راستے سے پہنچایا جاتا ہے۔ اُسے ہیلی کاپٹر سے پیراشوٹ کے ذریعے اتارا جاتا ہے۔ عام فوجیوں کا اس جانب میلان زیادہ ہے کہ ہتھیار ڈال دیں، مگر انتظامیہ نے اِن کی نگرانی پر ایجنسی والوں کو مقرر کر رکھا ہے، جس کی وجہ سے وہ ہتھیار ڈال کر خود کو نہیں بچا نہیں سکیں گے۔ البتہ جس فوجی کو نکلنے کا راستہ مل جاتا ہے، وہ ہتھیار ڈال کر باہر آ جاتا ہے۔ وہ اندرونی حالات بتاتے ہوئے کہتے ہیں کہ اندر موجود فوجی جنگ کا حوصلہ ہار چکے ہیں۔ حکومت کا رویہ انتہائی مایوس کن ہے۔ انہیں خوراک اور اسلحہ تک صحیح طریقے سے نہیں فراہم کیا جاتا۔ زخمی اور مردے ہفتوں اندر پڑے رہتے ہیں، انہیں بھی منتقل نہیں کیا جاتا۔ مجاہدین کے مسلسل خطرناک حملوں نے ان کی زندگی بہت خطرات میں ڈال دی ہے۔ اس لیے اب فوجی اہل کار مزید مزاحمت نہیں کرنا چاہتے اور اس کی ہمت اور طاقت نہیں ہے۔

مجاہدین کی طاقت

ہلمند میں مجاہدین ہر لحاظ سے بہتر حالات میں ہیں۔ ان کا عسکری نظم و ضبط بہت ٹھیک اور فعال ہے۔ گورنر صاحب کا کہنا تھا 'اٹھارہ ہزار سے زیادہ مجاہدین فی الوقت ہمارے ساتھ سرگرم عمل ہیں۔ ان سب کی کمان ایک شخص کے ہاتھ میں ہے۔ جب ایک دن لشکر گاہ کے مضافات میں اضافی مجاہدین کی ضرورت پڑی تو کم وقت میں ایک ہزار سے زیادہ مسلح مجاہدین شمالی ہلمند سے آ پہنچے اور آپریشن میں حصہ لیا۔' گورنر صاحب ہر جنگ کے لیے ایک ذمہ دار کا تعین کرتے ہیں پھر ہر علاقے اور ہر گروپ کا مجاہد اسی ایک امیر کو جواب دِہ ہوتا ہے۔ خصوصی کارروائیوں میں فدائی مجاہدین ضرور حصہ لیتے ہیں۔ اسّی فیصد مجاہدین اُسی جدید اسلحے سے لیس تھے، جو حال ہی میں امریکی جارحیت پسندوں داخلی کٹھ پتلیوں سے غنیمت میں حاصل کیا گیا تھا۔ مجاہدین کے پاس لیزر اور رات کو دیکھنے والی دوربین گنیں بھی تھیں، جن کا کارروائیوں میں بہت اچھا نتیجہ آتا ہے۔ اسی طرح درجنوں امریکی فوجی ہموی اور بکتر بند گاڑیاں مجاہدین کے پاس تھیں، جن کا کارروائیوں میں فعال کردار ہوتا ہے۔ مجاہدین اطاعت، دیانت، نظم و ضبط، تکنیک اور حوصلے سمیت ہر حوالے سے مکمل تیار ہیں۔ نئی تکنیکوں کے استعمال سے دشمن کو ایسے نشانہ بناتے ہیں، جن کا دشمن کو گمان ہی نہیں ہوتا۔ دوسری طرف مجاہدین کو مکمل عوامی تعاون بھی حاصل تھا۔ اس حمایت کے بدلے مجاہدین ہر طرح کے جنگی اور عمومی حالات میں عوام سے بہت اچھا سلوک کرتے ہیں۔ اس لیے کوئی فرد بھی مجاہدین سے خوف یا بے زاری محسوس نہیں کرتا ہے۔

عوام کے حالات

مجاہدین کے زیر قبضہ مختلف علاقوں میں سکیورٹی حالات مکمل طور پر قابل اعتماد اور اطمینان بخش ہیں۔ ہم نے دیکھا کہ لوگ راتوں کو بھی آمد و رفت جاری رکھتے ہیں۔ ان کی دکانیں اور بازار آدھی رات تک کھلے رہتے ہیں۔ چوری، ڈکیتی یا فساد کا کوئی خوف نہیں ہے۔ ہم نے یہ بھی دیکھا کہ کچھ مقامات پر وہ 'مجاہدین' گرفتار کیے گئے تھے، جو لوگوں کو ناجائز اذیتیں دینے کے واقعات میں ملوث تھے یا عوام سے غیر اصولی سلوک کے مرتکب ہوئے تھے۔

مجاہدین کے کنٹرول والے علاقے بہت اطمینان بخش اور پُرامن تھے۔ حتی کہ لوگ لشکر گاہ سے نقل مکانی کر کے مجاہدین کے علاقوں میں آ رہے تھے۔ علاقے میں بہت سے حکومتی حکام کے گھر اپنی جگہ موجود تھے۔ صرف حکومتی کارندے تنہا فرار ہو گئے تھے۔ جب کہ اُن کے رشتے دار اور گھر کے افراد پورے اطمینان سے مجاہدین کے علاقوں میں رہتے تھے اور مجاہدین بھی انہیں کچھ نہیں کہتے ہیں۔ عوامی حلقوں میں اسکول، کلینک اور دیگر خدمات حسب سابق منظم طریقے سے جاری ہیں۔ ہلمند کے شمالی علاقوں جیسے؛ سنگین، موسی قلعہ اور نَگی میں لوگوں کے لیے بجلی 24 گھنٹے موجود ہے۔ امارت اسلامیہ کا ایک خصوصی ادارہ یہ خدمات انجام دے رہا ہے اور عوام اس سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔

مجاہدین مکمل احتیاط کرتے ہیں کہ جنگ کے دوران عوامی تنصیبات ہسپتال، سڑک، پل، پانی کے ڈیم اور ایسے دیگر عام المنفعت تعمیرات کو نقصان نہ پہنچے۔ جن علاقوں میں جنگ کے دوران ایسی چیزوں کو نقصان پہنچا ہو، مجاہدین کوشش کرتے ہیں کہ اپنی بساط کے مطابق جتنا جلد ممکن ہو، اس کی دوبارہ تعمیر کر دی جائے۔ جب لشکر گاہ کے قریب باباجی ماموررانع کے علاقے میں شدید لڑائی کی وجہ سے کچھ پلوں کو نقصان پہنچا تو امارت اسلامیہ کی جانب سے ہلمند میں متعین گورنر نے متعلقہ ذمہ دار کو اُن پلوں کو جلد از جلد دوبارہ تعمیر کرنے کا حکم دے دیا۔ ہم نے دیکھا کہ اگلے دن وہی مجاہدین جو کل تک اسلحہ اٹھائے ہوئے تھے، آج بیلچہ لے کر عوام کے تعاون سے راستوں اور پلوں کی مرمت کر رہے ہیں۔

مجاہدین کا خلوص اور دیانت

فتوحات کے دوران لوگوں میں فطری طور پر مال اور غنیمت کا شوق بڑھ جاتا ہے، جس کی وجہ سے لوٹ مار اور چھینا جھپٹی کی فضا گرم ہو جاتی ہے، جو اللہ تعالی کی ناراضی کا سبب بنتی ہے۔ اس کی وجہ سے بہت مرتبہ اللہ تعالی کی طرف سے نصرت اور فتوحات ملتے ملتے رہ جاتی ہیں، مگر ہلمند میں باوجود یہ کہ مجاہدین نے بہت فتوحات حاصل کی ہیں۔ بہت وسائل، اسلحہ اور غنیمتیں حاصل کی ہیں، مگر پھر بھی چھینا جھپٹی یا غنیمت پر کوئی ہنگامہ اور مسائل ہمارے سامنے پیش نہیں آئے۔ امارت اسلامیہ کی جانب سے غنائم کی تقسیم کے لیے بہترین اصول وضع ہیں۔ عام المنفعت وسائل سب بیت المال کا حق ہیں۔ اسے عمومی ملکیت سمجھا جاتا تھا نہ کہ غنیمت کا مال۔ مجاہدین میں صرف ہلکا اسلحہ اور ہلکے جنگی ہتھیار غنیمت کی حیثیت سے تقسیم کیے جاتے ہیں۔ ہر فتح کے بعد گورنر صاحب کی خصوصی ٹیم غنیمت کی تفصیل درج کرتی ہے اور سب مال کی قیمت درج کی جاتی ہے۔ اس کا خمس (پانچواں حصہ) بیت المال میں داخل کر دیا جاتا ہے اور بقیہ چار حصے عادلانہ طریقے سے جنگ میں شامل مجاہدین کو تقسیم کر دیے جاتے ہیں۔ ہمارے مشاہدے کے مطابق مجاہدین بھی غنیمت کے پیسوں سے اپنے لیے اسلحہ، دوربین اور گولیاں خریدتے ہیں۔ اس طرح تمام غنائم پھر سے جہاد کی راہ خرچ ہوتے رہتے ہیں۔ جہاد میں کسی نفسانی ہوس اور لالچ کا کوئی واقعہ نظر نہیں آیا۔ ضلع ناوہ کی فتح میں ایک مجاہد کو ایک فوجی کا کمر بند پسند آگیا۔ وہ اسے لے کر اپنے کمانڈر کے پاس آیا کہ 'جناب یہ کمر بند مجھے بہت پسند آیا ہے

دشمن کو اکثر علاقوں سے نکال دیا گیا ہے، مگر وہ کچھ علاقوں کے ایک دو کیمپوں میں موجود ہے۔ ان فوجیوں کی ایک بڑی تعداد آس پاس کی چیک پوسٹوں میں انتہائی کرب ناک حالات میں ہیں۔ جیسا کہ میڈیا پر آیا ہے کہ وہاں محصور فوجی گندم کے سوکھے دانے یا اسے آگ پر بھون کر کھانے پر مجبور ہیں۔ زخمیوں کے زخم گل سڑ کر خراب ہو چکے ہیں۔ ان میں بدبو اور کیڑے پڑ گئے ہیں۔ کیوں کہ وہ محصور ہیں۔ انہیں رسد کی فراہمی نہیں ہو رہی۔ یہ حقیقت ہے۔ صرف ہلمند نہیں، ارزگان، قندھار اور دیگر صوبوں کے مضافاتی علاقوں میں موجود کیمپوں میں محصور فوجیوں کے بھی ایسے ہی حالات ہیں۔

۔آپ پانچ سو روپے لے کر یہ مجھے دے دیں۔ کیوں کہ ممکن ہے تقسیم کے بعد یہ میرے حصہ میں نہ آئے۔' مگر ذمہ دار نے اپنی جیب سے ہزار روپے نکالے اور مجاہد کو دے کر کہا کہ 'آپ یہ ہزار روپے رکھ لیں۔ اگر تقسیم کے بعد یہ کمر بند کسی اَور کے حصے میں آ گیا تو آپ اُس سے جا کر خرید لینا، لیکن میں اِس طرح سے آپ کی پسند کے مطابق یہ کمر بند آپ کو نہیں دے سکتا۔ کیوں کہ اگر ایک مرتبہ تقسیم سے پہلے غنیمت سے اپنی مرضی کی چیزیں اٹھانے کا سلسلہ شروع ہو گیا تو ہر شخص اپنی مرضی اور خواہش کے مطابق غنیمت کا مال اور وسائل لے اُڑے گا۔'

مجاہدین میں اطاعت کا جذبہ بہت ہے۔ یہی اُن کی کامیابی کا راز ہے۔ اگر ذمہ دار کی جانب سے حکم دیا جائے تو وہ آگ میں کودنے کو تیار ہیں۔ ذمہ دار کے حکم کے علاوہ کبھی بھی جنگ سے پسپائی نہیں اختیار کرتے۔ ہم کوشش کر رہے تھے کہ ضلع ناوہ میں دشمن کی چیک پوسٹوں کی عکس بندی کی جائے۔ مجاہدین کے مقامی رہنما نے ایک مجاہد کو حکم دیا کہ وہ ہمارے (نمائندے کے) ساتھ جائے، تاکہ ہمیں چیک پوسٹیں دکھا دے۔ وہاں تک پہنچنے کے لیے پیدل دو گھنٹے چلنا پڑتا تھا۔ جب کہ جس مجاہد کو ہمارے ساتھ کیا تھا، وہ زخمی بھی تھا۔ ہماری ٹیم کے ایک ساتھی اُس سے کہہ رہے تھے کہ آپ زخمی ہیں، واپس چلے جائیں۔ مگر وہ مجاہد اصرار کرتا رہا کہ اُسے حکم دیا گیا ہے۔ اس لیے وہ کسی صورت واپس نہیں جائے گا۔ حتیٰ کہ انتہائی تکلیف کے باوجود آخر کار اپنی ذمہ داری پوری کر کے ہی رہا۔

دشمن کی حالت زار

دشمن کو اکثر علاقوں سے نکال دیا گیا ہے، مگر وہ کچھ علاقوں کے ایک دو کیمپوں میں موجود ہے۔ ان فوجیوں کی ایک بڑی تعداد آس پاس کی چیک پوسٹوں میں انتہائی کرب ناک حالات میں ہیں۔ جیسا کہ میڈیا پر آیا ہے کہ وہاں محصور فوجی گندم کے سوکھے دانے یا اُسے آگ پر بھون کر کھانے پر مجبور ہیں۔ زخمیوں کے زخم گل سڑ کر خراب ہو چکے ہیں۔ ان میں بدبو اور کیڑے پڑ گئے ہیں۔ کیوں کہ وہ محصور ہیں۔ انہیں رسد کی فراہمی نہیں ہو پا رہی۔ یہ حقیقت ہے۔ صرف ہلمند نہیں، ارزگان، قندھار اور دیگر صوبوں کے مضافاتی علاقوں میں موجود کیمپوں میں محصور فوجیوں کے بھی ایسے ہی حالات ہیں۔

اروزگان میں ایک کیمپ کے فوجیوں نے ایک مجاہد کو زندہ گرفتار کر لیا۔ جب مجاہدین نے رابطہ کیا تو دشمن فوجیوں کا کہنا تھا کہ دو بوری آٹا دے دو، ہم مجاہد کو چھوڑ دیں گے۔ بالآخر ایسا ہی ہوا۔ اس مجاہد کو دو بوری آٹا دے کر دشمن سے چھڑا لیا گیا۔ اس سے پتا چلتا ہے کہ دشمن کس قدر غذائی قلت کا شکار ہے۔ بہت سے علاقوں میں دشمن ایسے ہی حالات کا شکار ہے۔ ہتھیار ڈالنے کے علاوہ ان کے پاس کوئی چارۂ کار نہیں ہے۔ یہ محصور فوجی شاید کچھ عرصے تک اس غذائی ذخیرے سے گزارہ کر لیں، جو پہلے سے وہاں موجود ہے۔ آخر انہیں ہتھیار ڈالنا ہوں گے۔ کیوں کہ امریکی انہیں مدد نہیں دیتے، بلکہ کابل انتظامیہ کچھ تعاون کرتی ہے۔ مگر اس کے پاس طیارے اتنے جدید نہیں ہیں۔ نہ ان کے ہوا باز اتنے ماہر ہیں کہ پوری طرح سے کیمپ کے پاس آ کر نشانے پر کمک اُتاریں۔ کیوں کہ بہت سے علاقوں میں ایسا ہوا ہے کہ حکومتی طیاروں نے غذائی مواد اپنے محصور فوجیوں کے بجائے مجاہدین کے علاقے میں اتار دیا تھا۔

اس لیے ان علاقوں میں جتنے مجاہدین کے حالات قابلِ اطمینان اور باعثِ مسرت ہیں، اسی سطح تک دشمن کے حالات ناگفتہ بہ ہیں۔ ان فوجیوں کے آقاؤں کی جانب سے انہیں کوئی توجہ دی جا رہی ہے اور نہ ہی کابل انتظامیہ اور اس کے بڑے رہنما ان کی شکایتیں سننے کو تیار ہیں۔

اکثر فوجی اس کوشش میں ہیں کہ چیک پوسٹوں سے بھاگ جائیں۔ مجاہدین کے سامنے ہتھیار ڈال دیں، مگر دشمن کے اعلیٰ حکام اور بڑوں نے ان کا راستہ روک رکھا ہے۔ اس کے لیے مختلف رکاوٹیں کھڑی کر رکھی ہیں۔

طالب صحافی میدان جنگ سے

موسیٰ فرہاد

جب سے امریکا نے افغانستان پر حملہ کیا ہے، تب سے وہ جارحیت کے ساتھ ساتھ میڈیا حوالے سے بھی اپنی طاقت آزمارہا ہے۔ اُس نے شروع دنوں میں اپنے طیاروں میں موبائل ریڈیو اسٹیشن اور اپنے اڈوں میں ایف ایم اسٹیشن نصب کر رکھے تھے۔ ان سے موسیقی، خبریں، بے راہ روی کے پروگرام اور دیگر پروپیگنڈے کیے جاتے تھے۔ جس سے آہستہ آہستہ مختلف ناموں سے پرنٹ میڈیا، ٹی وی چینل، انٹرنیٹ پیجز شروع کیے، تاکہ لوگوں کے ذہنوں کو جہاد اور مجاہدین کے خلاف اپنے مفاد کے لیے تیار کر سکیں۔ امریکا ایسا پروپیگنڈا نشر کرتا تھا کہ افغانستان پر حملہ بجائے خود افغانوں کے مفاد میں ہے۔ ڈالر کے پجاریوں اور اسلام دشمنوں نے ان پروپیگنڈوں سے بھرپور فائدہ اٹھایا اور اٹھا رہے ہیں۔

امریکا نے جارحیت کے ان سولہ سالوں میں افغانستان میں 123 ارب ڈالر سے زیادہ رقم خرچ کی ہے۔ یہ رقم اس کے علاوہ ہے جو 680 ارب ڈالر امریکی فوجی بجٹ کے طور پر افغانستان میں خرچ ہوئی ہے۔ یہ وہ رقم ہے، جو تعمیرِ نو کے نام یہاں لائی گئی اور اس سے فکری جارحیت کا سامان کیا گیا۔ جب کہ تعمیراتی کاموں کا کوئی ایک پروجیکٹ بھی ان سولہ سالوں میں مکمل نہیں کیا گیا۔ مختلف اعداد و شمار کے مطابق 2001 سے اب تک بیرونی قوتوں، خصوصاً امریکی جارحیت پسندوں کے سپانسر پر 1600 میڈیا ادارے افغانستان میں فعال ہیں۔ جن میں 1000 سے زیادہ پرنٹ، 200 کے قریب ریڈیوز اور 80 ٹی وی چینلز اور 300 خبریہ چینلز کلچر کی ترقی کے نام پر فعال ہیں۔ 2010 کے بعد شروع کی گئیں آن لائن یا انٹرنیٹ ویب سائٹس کی تعداد ہزاروں سے بھی زیادہ ہے۔ البتہ جو لوگ کابل انتظامیہ کے میڈیا اداروں سے باقاعدہ منسلک نہیں ہیں اور نہ ہی انہوں نے رجسٹریشن کا کوئی سرٹیفکیٹ حاصل کیا ہے، ان کی تعداد اور بھی زیادہ ہے، مگر مکمل معلومات دستیاب نہیں ہیں۔

مختصر یہ کہ جارحیت پسندوں نے اپنے ڈالرز کی لاگت کا زیادہ حصہ فکری جارحیت کے لیے انہی میڈیا اداروں پر خرچ کیا ہے۔ اس سب کے مثبت یا منفی نتیجے کے بارے میں مشہور روزنامہ اخبار گارڈین کا لکھا دیکھ لیں:

"افغانستان کی جنگ امریکا کے لیے سب سے ناکام اور طویل جنگ ثابت ہوئی ہے۔ اس جنگ کو ابھی ساڑھے پندرہ سال ہو رہے ہیں۔ اس میں 2 ہزار تین سو فوجی ہلاک ہو چکے ہیں۔ 6 سو چھیاسی ارب ڈالر کا خرچ آیا ہے، جب کہ پندرہ برس بیت گئے ہیں، لیکن امریکا اس جنگ کا کوئی فائدہ حاصل نہیں کر سکا۔ امریکی رپورٹس کے مطابق 2001 سے اب تک مجاہدین بہت سے علاقوں کو اپنے کنٹرول میں لے چکے ہیں۔ القاعدہ بھی افغانستان کے بہت سے علاقوں میں فعال ہے۔ خواتین کے حقوق و احترام کی پامالی کے واقعات بڑھ گئے ہیں۔"

علاوہ ازیں مغربی میڈیا نے بہت سے مایوس کن اعتراف کیے ہیں۔ ماہرین کے مطابق 'امریکا اور نیٹو اتحادی غیر متوقع طور پر انتہائی بُری تاریخی شکست سے دوچار ہونے والے ہیں۔

مجاہدین اور میڈیا محرومیت

امریکا نے گزشتہ پندرہ سالوں میں جارحیت کو جتنا آگے بڑھانے کی کوشش کی ہے، اتنا ہی 'آزاد میڈیا' کے نام پر پروپیگنڈا جنگ کو مضبوط کیا اور اس پر اخراجات کیے گئے ہیں، تاکہ حریت پسند افغانوں کے خلاف کامیابی حاصل کی جا سکے۔ دوسری طرف امریکا کے مقابلے میں ہر پہلو سے کمزور مجاہدین نہتے ہو کر بھی مقابلے کے میدان میں کُود پڑے۔ اسلحہ اور رقم نہ ہونے کے ساتھ ساتھ میڈیا وسائل بھی میسر

نہیں تھے۔ جب کہ آزاد میڈیا امریکی اجازت کے بغیر اس بات پر تیار نہیں تھا کہ مجاہدین کی کوئی معمولی خبر، تصویر یا آواز کو اپنی نشریات میں شامل کیا جائے۔ افغانستان میں ٹی وی واخبارات کے بجائے ریڈیو سننا زیادہ آسان سمجھا جاتا ہے۔ ریڈیوز میں بی بی سی اور وائس آف امریکا بہت مشہور ہیں۔ ان ریڈیوز نے جارحیت کے آغاز سے اب تک مجاہدین کا موٴقف نشر کرنے اور ان کی خبروں کو اپنی اصل شکل میں نشر نہ کرنے کی قسم کھا رکھی ہے۔ بظاہر میڈیا آزادی کے دعوے دار بھی یہی لوگ ہیں، مگر مجاہدین میڈیا تک پہنچ نہ ہونے کے باوجود مکمل بہادری سے جارحیت کے خلاف کھڑے رہے ہیں۔ حتی کہ پندرہ سالوں میں آج انہیں ایک عالمی حیثیت حاصل ہے۔ امریکا تمام ترٹیکنالوجی اور وسائل کے باوجود شکست کے اندھے غار میں گرنے کو ہے۔

مجاہدین میڈیا پر کیسے آئے؟

جس طرح مجاہدین نے جنگ کے ساتھ ساتھ اندازوں اور سوچوں سے بڑھ کر ترقی کی اور بڑی قربانیوں کا عالمی ریکارڈ بنایا ہے۔ اسی طرح دیگر شعبوں کے ساتھ میڈیا میں بھی وسائل کی مشکلات کے ساتھ ساتھ بہت بڑی کامیابی حاصل کی ہے۔ آج کل سوشل میڈیا پر سب سے زیادہ سرگرمیاں مجاہدین کی نظر آتی ہیں۔ جیسے جہادی خبریں، سیاسی تحریریں، دعوتی مضامین، علماء کے جہادی واصلاحی مواعظ، جنگوں کے ویڈیو مناظر اور برقی پیغامات وغیرہ۔ فیس بک، ٹوئٹر، ٹیلی گرام، وٹس ایپ، وائبر، انسٹا گرام، یوٹیوب اور دیگر چینلز کے ذریعے دنیا تک اپنا موٴقف پہنچایا جاتا ہے۔ حالانکہ الامارہ، الہجرۃ، منبع الجہاد اور تورہ بورہ کے نام سے ایسے اسٹوڈیوز موجود ہیں، جن کے ذریعے اعلی کوالٹی کی دعوتی اور جنگی ویڈیوز تیار کی جاتی ہیں۔ سی ڈیز، میموری کارڈز، ویب سائٹ اور دیگر سوشل ویب سائٹس وذرائع کے ذریعے نشر کی جاتی ہیں۔

اسی طرح جارحیت کے خلاف اپنا حقیقت پسندانہ موٴقف رکھنے والے کئی افراد وادارے آزادانہ طور پر مختلف ویب سائٹس، پرنٹ میڈیا، ٹی وی پروگرام اور دیگر دعوتی ذرائع اختیار کیے ہوئے ہیں، وہ بھی اس راہ میں موٴثر کردار ادا کر رہے ہیں۔

البتہ مجاہدین کے لیے سب سے بنیادی اور موٴثر طریقہٴ دعوت مساجد میں علمائے کرام کی جانب سے لوگوں کو آگاہ کرنا ہے۔ افغانستان کے عوام مضبوط عقیدے کے روایتی مسلمان ہیں۔ وہ علماء کو سب سے زیادہ توجہ اور احترام دیتے ہیں۔ حتی کہ دنیا کا سارا کفریہ میڈیا سالہاسال پروپیگنڈا کرتا رہے، وہ لوگ پھر بھی گاؤں کے ایک امام مسجد کی بات سن کر دنیا بھر کی ساری کوششیں خاک میں ملا دیتے ہیں۔ اس کی بہترین مثالیں ہمارے سامنے ہیں۔ روس وامریکا نے اپنی ساری توانائیاں صرف کر دی تھیں، مگر گنتی کے چند لوگ بھی اپنی طرف مائل نہ کر سکے۔ اس کے برعکس علمائے کرام کی دعوت اور رہنمائی پر افغان عوام نہتے بھی جہاد کے میدان میں نکل پڑے۔ انہوں نے دشمن کو ایک بدترین شکست سے دوچار کر دیا۔

> مجاہدین کمانڈروں سے انٹرویوز سب کچھ اسی طرح پیش کیا جاتا ہے کہ فعال ڈیجیٹل چینلز کے تربیت یافتہ صحافی بھی پیش نہیں کر سکتے۔ اس سے قبل محدود سی لڑائی کے قدم بقدم مناظر کی اشاعت، بغلان میں پیش قدمی کے تازہ ویڈیو کلپس اور فراہ سے جنگی ویڈیوز کی اشاعت نے بھی مخالفین اور عام لوگوں کو حیران کر دیا ہے۔

میدان جنگ کی رپورٹنگ

اگرچہ عالمی جارحیت پسندوں کے اشارے پر مجاہدین کو میڈیا سے باہر کرنے کی بہت کوششیں کی جاتی ہیں، مجاہدین پھر بھی اپنے دعوتی اور میڈیائی کردار کو خوب مضبوط نبھا رہے ہیں۔ حال ہی میں افغانستان میں مجاہدین کی جانب سے امریکا اور اس کی کٹھ پتلیوں کے خلاف جنگ میں شدت آگئی ہے۔ میڈیا کے لوگ جنگوں سے دور فقط حکام کے بیانات کے حوالے سے غیر معیاری رپورٹنگ کر رہے ہیں۔ اس کے برعکس مجاہد صحافی جنگوں کے مناظر مستند ویڈیو کلپس کی صورت میں دنیا کے سامنے پیش کر رہے ہیں۔

اروزگان اور ہلمند کے صوبائی مراکز مجاہدین کے شدید محاصرے میں ہیں۔ وہ کوئی بھی مناسب موقع دیکھ کر یہاں قبضہ کر سکتے ہیں۔ عام میڈیا ادارے میدان

جنگ سے دور ہونے کی وجہ سے معروضی حقائق کی بہت خراب تصویر کشی کرتے ہیں۔ مجاہدین کی صحافتی ٹیمیں میدان جنگ سے براہ راست ویڈیو رپورٹس پیش کر رہی ہیں۔الامارہ اسٹوڈیو کے ہلمند سے نمائندے اسد افغان،اروزگان سے زبیر خان چند روز مسلسل جنگی حالات کی مستند ویڈیو رپورٹ دے کر صحیح صورت حال سے پیش کر رہے تھے۔ جس کے ویڈیو کلپس،انٹرویوز اور رپورٹس الامارہ ویب سائٹ اور سوشل میڈیا پر دیکھی جا رہی ہیں۔ان ویڈیوز میں ایسے مناظر دکھائے گئے ہیں، جن میں افغان آرمی کے پورے بریگیڈ مجاہدین کے سامنے ہتھیار ڈال رہے ہیں۔ جنگی وسائل،اسلحہ اور اہم چیزیں مجاہدین کے حوالے کر رہے ہیں۔اسی طرح لوگوں کا مثبت ردعمل بھی سامنے آیا ہے،جس سے علاقائی حالات کا پتا چلتا ہے۔

مجاہدین کمانڈروں سے انٹرویوز سب کچھ اسی طرح پیش کیا جاتا ہے کہ فعال ڈیجیٹل چینلز کے تربیت یافتہ صحافی بھی پیش نہیں کر سکتے۔ اس سے قبل قندوز کی لڑائی کے قدم بقدم مناظر کی اشاعت،بغلان میں پیش قدمی کے تازہ ویڈیو کلپس اور فراہ سے جنگی ویڈیوز کی اشاعت نے بھی مخالفین اور عام لوگوں کو حیران کر دیا ہے۔

مجاہدین کے ویب ایڈریس کس نے ہیک کیے؟

جنگوں کے حقیقی مناظر اور افغان آرمی اور پولیس کے بریگیڈز کے ہتھیار ڈالنے کے مناظر پیش کرنا کابل انتظامیہ اور اس کے بیرونی اتحادیوں کے لیے ناقابل برداشت تھا۔اسی طرح کابل انتظامیہ کی جانب سے مجاہدین کے خلاف معمول کی کارروائی کے طور پر شائع کی جانے والی رپورٹس کو امارت کے ترجمان مستند طریقے جھوٹ ثابت کر دیتے ہیں۔ ممکن ہے یہی وجوہات تھیں کہ کابل انتظامیہ کے حکام نے مجاہدین کے کچھ انٹرنیٹ ایڈریس اور ترجمانوں کے آفیشل اکاؤنٹ جارحیت پسندوں کے تعاون سے رپورٹ کرا کر بند کر دیے تھے۔کیوں کہ دشمن ہماری سچی نشریات سے خوف زدہ ہو گیا تھا ہے۔کابل انتظامیہ کے لیے کام کرنے والا میڈیا اپنی پوری توانائی لگا کر کوشش کر رہا ہے کہ مجاہدین کی پیش قدمی کی خبریں چھپائی جا سکیں۔ کابل کی سرپرستی میں میڈیا اب صرف اور صرف مجاہدین کے خلاف پروپیگنڈے کے لیے ہی رہ گیا ہے۔روز یہ خبریں نشر کی جاتی ہیں کہ ”مجاہدین نے حکومت سے خفیہ مذاکرات کیے ہیں۔ مجاہدین کے درمیان اختلافات ہیں۔ وہ کئی گروپوں میں تقسیم ہیں۔انہوں نے تعلیمی ادارے اور اسکول تباہ کر دیے ہیں۔ وہ عوام کو نقصان پہنچاتے ہیں۔ اُن کی آپس میں جنگیں ہوئی ہیں۔ وہ پاکستان کے لیے لڑ رہے ہیں۔ اُن کے پاس وسائل نہیں ہیں وغیرہ۔“اس طرح کی خبریں کابل میڈیا نشر تو کرتا ہے، مگر ان کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔کیوں کہ یہ لوگ ایسا پروپیگنڈا کرتے ہیں، جو حقیقت پر مبنی نہیں ہوتا۔ مجاہدین صحافی جو کچھ لکھتے، کہتے اور دکھاتے ہیں، یہ سب وہ ہے، جو عوام اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔ یہی حقیقت پر مبنی ہوتا ہے۔ مثلاً ہلمند، اروزگان، قندوز، فراہ، بغلان اور دیگر مقامات پر جو کچھ ہوا ہے، جتنے فوجی ہلاک ہوئے ہیں، جتنے فوجیوں نے ہتھیار ڈالے ہیں، جتنا اسلحہ اور گاڑیاں مجاہدین کے ہاتھ لگی ہیں، جتنی وحشیانہ بمباریاں بیرونی و اندرونی دشمن نے عام آبادیوں پر کی ہیں، عوام کو جتنے نقصانات ہوئے ہیں، کابل میڈیا ان حقائق کی جانب ذرا سا اشارہ بھی نہیں کرتا۔ اس فرض کی ادائیگی صرف مجاہدین کے صحافی ہی کر رہے ہیں۔

اختتام

جس طرح بیرونی جارحیت پسندوں کے مقابلے میں مجاہدین نے عسکری محاذ پر گزشتہ ڈیڑھ عشرے میں بڑی بڑی قربانیاں سے بڑا ریکارڈ قائم کیا ہے۔ امریکا اور نیٹو کو چیلنج کیا ہے۔ایک طرف بے انتہا وسائل اور قوت ہے۔دوسری طرف نہتے مجاہدین کی مزاحمت ہے۔یہ سب بلاشک مجاہدین کی کامیابی اور کافروں کی شرم ناک شکست ہے۔اللہ کے فضل سے مجاہدین کو اپنی کامیابی کا سو فیصد یقین ہے۔ مجاہدین اپنی جنگ میں خدائی نصرت اور عوامی تعاون کو کامیابی کا بنیادی عنصر سمجھتے ہیں۔

افغانستان میں استعماری افواج کا تاریک مستقبل

ہارون بلخی

اگر تاریخ پر نگاہ ڈالی جائے، تو استعمار کا یہ شیوہ رہا ہے کہ اس نے ہمیشہ محکوم اور مظلوم اقوام و ممالک کو روند ڈالنے کی کوشش کی ہے۔ انہی ممالک اور اقوام کے سرمایہ کو ہتھیا کر اپنی استعماری مقاصد کے حصول کی خاطر اسے استعمال میں لایا ہے اور یہ سلسلہ تاحال جاری ہے۔

امریکی شہر نیویارک کے تجارتی مرکز پر ہونے والے نائن الیون کے واقعات کو امریکی اور مغربی قیادت نے اپنے عالمی عزائم کے حصول کے لیے کامل عیاری کیساتھ استعمال کیا، حالانکہ اس عمل میں کوئی افغان شریک نہیں تھا۔ 07 اکتوبر 2001ء موجودہ دور کا ایک ایسا ناقابل فراموش دن ہے، جس دن امریکہ اور اسکے 42 اتحادیوں نے جدید ترین ہتھیاروں کے ساتھ سکون کا تازہ دم سانس لینے والے وطن عزیز پر حملہ کیا۔ اتحادی افواج لیزر گائیڈڈ میزائلوں، B.52 بمبار طیاروں، انٹیلی جنس اور سیٹلائٹ کی فراہم کردہ وسیع معلومات کے ساتھ امریکہ اور مغربی ممالک کے اتحاد نے اسے بہانہ بنا کر افغانستان کی جہادپرور اور شہداء کی سرزمین پر ناجائز حملہ کر کے اس پر قبضہ جمالیا۔ ملک کے طول و عرض میں اپنے کٹھ پتلی مخبروں اور سیکورٹی اہلکاروں کے تعاون سے وحشت و بربریت کے بازار کو گرم رکھا۔ عوام کے گھروں، مساجد، مدارس، اسکولوں اور صحت کے مراکز کو ملیامیٹ اور 15 برس گزرنے کے باوجود افغان مجاہد عوام ظلم کی چکی میں پیسے جا رہے ہیں اور پوری دنیا کو نام نہاد دہشت گردی کے خلاف جنگ کے نام پر ایک عالمی ہیجان اور لاقانونیت میں مبتلا کر کے عملا میدان جنگ بنادیا۔

سب سے ضروری بات جو ذہن نشین رکھنی چاہیے وہ یہ ہے کہ امریکہ جو بھی دعویٰ کرے اور مغربی مفادات کا محافظ ابلاغی ذرائع جو بھی گل افشانیاں کرے، یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ افغانستان پر امریکی لشکرکشی تمام بین الاقوامی قانون، اصول سیاست اور اخلاقی اقدار و ضوابط کے لحاظ سے ایک استعماری اور جارحانہ اقدام تھا۔

مغرور استعماری افواج کی لشکرکشی کے بعد افغان مجاہد عوام نے امارت اسلامیہ کے مؤسس عالی قدر امیرالمؤمنین ملا محمد عمر مجاہد نوراللہ مرقدہ کی قیادت میں جہاد کا علم بلند کیا اور حملہ آور دشمن کے خلاف کمربستہ ہو کر قابض فوجوں پر ملک کے طول و عرض میں تابڑتوڑ حملوں کا آغاز کیا، جو تاحال اللہ تعالی کی نصرت اور مجاہد عوام کے تعاون سے جاری ہے، جس میں اب تک مجاہدین نے ملک کے ستر فیصد رقبے سے دشمن کا صفایا کروایا اور وہاں عملی طور پر شرعی نظام نافذ اور عوام سکون کی زندگی گزار رہے ہیں۔

امریکی اور نیٹو فوجیں تو میڈیا اور کاغذی طور پر افغانستان سے چلی گئی ہیں، لیکن عملی طور پر ہزاروں غاصب سپاہ ملک کے مختلف بڑے فوجی اڈوں اور مراکز میں موجود ہیں۔ آئے روز نہتے افغانوں کا قتل عام جاری ہے۔ ملک کے طول و عرض میں رات کو چھاپے مارے جاتے ہیں۔ عوام کے قید و بند کا سلسلہ جاری ہے۔ خواتین، بچے اور عمر رسیدہ افراد روزانہ استعماری اور کٹھ پتلی افواج کی درندگی کا نشانہ بن رہے ہیں۔ بیروزگاری کی شرح بڑھ گئی ہے۔ کرپشن کے لحاظ سے افغانستان نے دنیا کا پہلا مقام حاصل کر لیا اور اس سلسلے میں روزانہ سینکڑوں نوجوان ملک سے فرار مغربی ممالک کی جانب روزگار کی تلاش میں زندگی ہار رہے ہیں۔ اربوں ڈالرز امداد کے باوجود ملک کی معاشی حالت روز بروز بگڑتی جارہی ہے۔ کسی ترقیاتی کام کا نام و نشان تک نہیں ہے۔ کابل سیکورٹی اداروں میں کرپشن عروج کو پہنچ چکا ہے۔ روزانہ لاکھوں ڈالر کا غبن اعلی عہدیداروں کی جانب سے ہو رہا ہے۔ مغربی شہریت کے حامل افغان نما چہرے بیرونی بینکوں میں رقم جمع کروا رہے ہیں۔ ان کے خاندان کے افراد یورپ، متحدہ عرب امارات، بھارت، تاجکستان اور دیگر ممالک میں قیام پذیر ہیں۔

امریکی اور نیٹو حکام کی بھلائی اس میں ہے کہ جلد از جلد افغانستان سے اپنی وحشی فوجوں کو نکال دیں اور افغانستان کو خیر باد کہہ دیں۔ یہاں مختلف اقوام اور قبائل آباد ہیں، جو آپس میں اپنی ہی مرضی سے اسلامی حکومت قائم کریگی، اس سلسلے میں افغانوں کی ماضی گواہ ہے کہ جب استعمار نے افغانستان پر حملہ کیا ہے، تو عوام نے ان کا ڈٹ کر مقابلہ کیا ہے۔

استعماری ممالک کے حکمرانوں کو یہ بات ذہن نشینی رکھنی چاہیے کہ تم افغانوں کے قتل عام، گھر بار، مساجد، مدارس اور دیگر تنصیبات کو تو تباہ کر سکتے ہو، لیکن ان کے نظریے اور عقیدے کو ختم نہیں کر سکوگے، کیونکہ پندرہ برس کے دوران تم نے تمام جدید ٹیکنالوجی کا استعمال کیا، لیکن افغانوں کو چپ نہ کر سکے، بلکہ اس کے برعکس آئے روز جہادی صفوف میں اضافہ ہوتا جارہا ہے اور عوامی حلقوں میں امریکہ سے نفرت بڑھ رہی ہے۔ اللہ تعالی اگر ایک گروہ سے دوسرے گروہ کو دفع نہ کرتا رہے، تو اس کی زمین مصیبتوں سے بھر جائے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے قول کے مطابق کفر کی حکومت تو چل سکتی ہے، لیکن ظلم کی حکومت نہیں چل سکتی۔

حقیقت یہ ہے کہ امریکا اور نیٹو افغان بحران کو کنٹرول اور دسیوں فوجی مراکز کو اپنے اختیار میں رکھنے کیساتھ اس کوشش میں ہے کہ وطن عزیز کو خطے میں اپنی فوجی چھاؤنی میں تبدیل کریں، لیکن غاصب مغربی دشمن کا یہ خواب کبھی بھی پورا نہیں ہوگا اور افغانی ہر قیمت پر اپنے دین، اقدار، ناموس اور سرزمین کا دفاع کرینگے۔ ان شاءاللہ

وطن عزیز پر مغربی حملہ غیر قانونی اور ناجائز تھا، اس بارے میں کھوکھلا اعتراف خود اعلی امریکی قانونی حلقوں میں کیا جارہا ہے اور اس سلسلے میں سب سے اہم کتاب Rules of Disengagement ہے، جسے جو تھامس جیفرسن اسکول آف لاء کی پروفیسر اور امریکی نیشنل لایرز گِلڈ کی صدر پروفیسر مارجوری کوبن نے لکھی اور 2009ء کے اواخر میں شائع ہوئی۔

اس کتاب میں کوبن لکھتی ہے کہ جن لوگوں نے 09/ ستمبر 2001ء کو امریکی جہازوں کو اغواء کر کے ہزاروں افراد کو مارنے کی سازش کی، ان کی شناخت ہونی چاہیے اور قانون کے مطابق انصاف ہونا چاہیے، لیکن یہ افغانستان پر امریکی حملے کا جواز نہیں تھا۔ اس سے امریکیوں اور افغانوں کی ہلاکت میں اضافہ ہوا ہے اور امریکہ کے خلاف نفرت بھی بہت زیادہ بڑھ گئی ہے۔

امریکی ریاست شیکاگو یونیورسٹی کے سیاسیات کے پروفیسر رابرٹ پاپ نے نیویارک ٹائمز میں شائع ہونے والے مضمون میں افغان پالیسی پر تنقید کرتے ہوئے کہا کہ "امریکی اور نیٹو فوجیں بذات خود حالات کو بگاڑنے کا بڑا سبب ہے۔ اس کی اہم وجہ یہ ہے کہ مغربی افواج کو افغانی قابض فوجی سمجھتے ہیں۔ افغانستان میں ہم نے جتنی زیادہ فوجیں بھیجی ہیں، مقامی لوگوں نے اتنا ہی ملک کو بیرونی تسلط کے تحت تصور کیا ہے۔ ہمارے اور ہمارے اتحادیوں کے خلاف حملوں میں شدت آئی ہے۔ ہماری افواج کا مزید قیام وہاں جائز نہیں، بلکہ امریکہ اور اس کے اتحادیوں کی قابض افواج کا تاثر ختم کرنے کا وقت ہے۔

پروفیسر رابرٹ پاپ کا یہ تجزیہ کہ اصل مسئلہ غیر ملکی افواج کی موجودگی اور قبضہ ہے، جو نام نہاد دہشت گردی کو ہوادے رہا ہے۔

امریکہ کا اصل مسئلہ یہ ہے کہ وہ حقائق کا مقابلہ کرنے کو تیار نہیں۔ امریکی صدر اوباما کی بنیادی غلطی یہ تھی، کہ اس نے حالات کا آزاد اور معروضی جائزہ نہیں لیا اور بہت جلد امریکی نیوکونز اور بش انتظامیہ کے شاطر پالیسی سازوں کے نرغے میں آگیا اور امریکی ملٹری انڈسٹریل کمپلیکس اس پر حاوی ہوگیا۔

بہر حال افغانستان میں بالخصوص اور دنیا میں بالعموم سیاسی حلقوں کا خیال ہے کہ افغانستان اور خطے میں بدامنی اور انارشیزم میں امریکہ اور نیٹو براہ راست ملوث ہے، جب تک امریکی اور نیٹو افواج افغانستان میں موجود رہیگی، کبھی بھی خطے میں امن قائم نہیں ہوسکے گا۔

آخر میں امارت اسلامیہ کے مؤسس عالی قدر امیر المؤمنین مرحوم ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ کے اس قول کا تذکرہ کرونگا، جب امریکی حملے کے دوران مغربی ذرائع کو انٹرویو دیتے ہوئے فرمایا کہ "امریکہ جدید اسلحہ سے قتل تو کر سکتی ہے، مگر موت کا روک تھام نہیں کر سکتا۔

شاہد غزنیوال

سانحہ قندوز کے مجرم سزا پائیں گے؟

امریکی جارحیت پسندوں نے 5 نومبر کو کابل انتظامیہ کے مطالبے پر صوبہ قندوز کے علاقے 'بز قندھاری' میں نہتے شہریوں پر سفاکانہ بمباری کر کے 32 سے زائد افراد کو شہید کر دیا، جن میں زیادہ تر عورتیں اور بچے شامل تھے۔ صوبہ قندوز کے نام نہاد گورنر اور ان کے ترجمان نے بھی میڈیا سے گفتگو میں اس سانحہ میں 32 شہریوں کی شہادت کی تصدیق کی تھی۔ اس سفاکانہ حملے کے بعد قندوز کے شہریوں، قبائلی عمائدین اور متاثرین نے لاشوں کو گورنر ہاؤس کے سامنے رکھ کر حکومت اور امریکا کے خلاف شدید احتجاج کیا تھا۔ شہر بھر میں احتجاجی ریلیاں نکالیں، جن میں مقررین نے واقعہ میں ملوث ذمہ داروں کی گرفتاری اور انہیں قرار واقعی سزا دینے کا مطالبہ کیا۔ اگرچہ افغان وزارت دفاع کے ترجمان 'دولت وزیری' نے بڑی دلیری سے اس سفاکانہ جرم پر امریکی فوجیوں کو بری الذمہ قرار دینے کی ناکام کوشش کی، لیکن اس جرم پر کابل حکومت میں شامل حکام نے شدید غم و غصے کا اظہار کرتے ہوئے سانحہ قندوز کو جنگی جرم قرار دیا اور ملوث اہل کاروں کو کڑی سزا دینے کا مطالبہ کیا۔

صبغت اللہ مجددی قابض امریکیوں کے ساتھ سکیورٹی معاہدے کے بڑے حامی تھے۔ انہوں نے اس معاہدے میں اہم کردار ادا کیا تھا۔ اُن کی طرف سے ذرائع ابلاغ کو بھیجے گئے خط میں لکھا ہوا ہے کہ قندوز کے مظلوم شہریوں پر امریکی فوج کی وحشیانہ بمباری سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ افغان عوام کے خلاف ظالمانہ اقدام اور گہری سازش ہے۔ دنیا کے بڑے ممالک کو اس جرم پر خاموش نہیں رہنا چاہیے۔ مجددی صاحب نے اپنے خط میں اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل سے مطالبہ کیا ہے کہ سانحۂ قندوز کی شفاف تحقیقات کی جائیں۔ اس کا مقدمہ جنگی جرائم کی بین الاقوامی عدالت میں درج کرنا چاہیے۔ انہوں نے یہ بھی کہا ہے کہ کئی بار نیٹو اور امریکی افواج نے جدید ٹیکنالوجی کے استعمال کے باوجود افغانستان کے مختلف مقامات پر عام لوگوں کو نشانہ بنایا ہے۔ صرف مجددی نہیں، بلکہ پارلیمنٹ اور سینیٹ کے اراکین نے بھی امریکی فوجیوں کی جانب سے قندوز کے معصوم شہریوں کے قتل کی شدید مذمت کرتے ہوئے اس کو جنگی جرم قرار دیا ہے۔ اس سانحہ کے مجرموں کو جنگی جرائم کی عدالت سے سخت سزا دینے کا مطالبہ کیا ہے۔

سوال یہ ہے کہ قندوز اور اس طرح کے دیگر جرائم کے مرتکب قاتل امریکیوں کو افغانستان میں کون سزا دے سکتا ہے؟ یہ پہلی بار نہیں کہ امریکیوں نے اپنے دو امریکی فوجیوں کے بدلے میں 32 عام شہریوں کو شہید اور 50 سے زائد کو زخمی کیا ہے، بلکہ اس سے قبل بھی اس طرح کے الم ناک واقعات رونما ہو چکے ہیں۔ گزشتہ سال بھی امریکا نے قندوز میں ایک ہسپتال پر وحشیانہ بمباری کر کے تمام انسانی قوانین کی دھجیاں اڑا دی تھیں۔ جس کے نتیجے میں ہسپتال کے عملے اور ڈاکٹروں سمیت 43 مریض شہید ہو گئے تھے۔ ایک غیر سرکاری بین الاقوامی تنظیم کے زیر انتظام چلنے والے ہسپتال پر امریکی حملے کے بعد تنظیم کے رہنماؤں نے اس حملے کو جنگی جرم قرار دیا اور تمام متعلقہ اداروں کو دستاویزات اور ثبوت پیش کیے، لیکن امریکی حکام نے 'سوری' کہہ کر خود کو ہر قسم کی قانونی کارروائی سے مستثنیٰ قرار دے دیا۔

اب بھی سانحہ قندوز کے متاثرین، عینی شاہدین، سرکاری حکام، غیر سرکاری ادارے اور عالمی رہنما سانحہ قندوز کو بڑا المیہ اور جنگی جرم قرار دیتے ہیں۔ اس میں ملوث ملزمان کو کڑی سزا دینے کا مطالبہ کرتے ہیں، لیکن امریکی جنرل نکلسن اس سانحے پر اظہارِ افسوس کر کے خود کو بری الذمہ قرار دے رہے ہیں۔ امریکا ایک جانب خود کو دنیا میں انصاف کے ماڈل کے طور پر متعارف کروا رہا ہے اور دوسری جانب اپنے آپ کو ہر قانون سے بالاتر سمجھتا ہے۔ اُس نے گزشتہ 15 سال سے ہزاروں نہتے افغانوں کو جان بوجھ کر شہید کیا ہے۔ آج تک کسی ایک امریکی قاتل کو بھی سزا نہیں ملی ہے، جو انصاف کا قتل اور دنیا میں جنگی جرائم میں اضافے کا باعث بنتا جا رہا ہے۔ اس بار بھی یہی کچھ ہوگا۔ سانحہ قندوز میں ملوث مجرمان کو سزا نہیں ملے گی۔ سب سے پہلے وزارت دفاع کے 'دولت وزیری' وکیل بن کر امریکا کو بری الذمہ قرار دینے کی بھرپور کوشش کر رہے ہیں۔

اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

احمد مختار

افغانستان و عالمِ اسلام پر امریکی انتخابات کا اثر

آٹھ نومبر 2016 امریکی صدارتی انتخابات کا وہ دن تھا، جب 150 ملین امریکیوں نے اپنے لیے 45 ویں صدر کے انتخاب کے سلسلے میں اپنی اپنی رائے دی۔ مذکورہ انتخابات میں امریکا کی چار سیاسی جماعتوں کے امیدواروں نے شرکت کی تھی۔ ان میں ری پبلکن اور ڈیمو کریٹک پارٹی کے دو امیدوار ڈونلڈ ٹرمپ اور ہیلری کلنٹن کے درمیان گرم مقابلہ جاری رہا۔ امریکی عوام کو ان دونوں سے کوئی خاص توقعات نہ تھیں۔ ری پبلکن امیدوار ڈونلڈ ٹرمپ ایک بڑے سرمایہ دار اور مشہور میلینر ہیں۔ انہوں نے انتخابات سے پہلے کچھ ایسے بیانات دیے تھے، جو امریکی معاشرے کے مطالبے کے خلاف تھے۔

انہوں نے اپنی الیکشن کمپین کے دوران کہا کہ اگر وہ صدر بن گئے تو امریکا میں مسلمانوں کے داخلے پر پابندی عائد کر دیں گے اور امریکا میں رہنے والے مسلمانوں کی مساجد بھی بند کر دیں گے۔ ڈونلڈ ٹرمپ کی الیکشن کمپین کے دوران رواں سال امریکی ریاست فلوریڈا میں ہم جنس پرستوں کے ایک کلب پر افغان نژاد شہری عمر متین کی جانب سے حملہ ہوا، جس میں 49 افراد ہلاک اور زخمی ہو گئے۔ ڈونلڈ ٹرمپ نے اس دن اپنے ٹویٹر اکاؤنٹ پر لکھا: 'مجھے 52 امریکی ہم جنس پرستوں کی ہلاکت سے دکھ ہوا ہے۔' یہ حملہ کرنے والے بھی مسلمان ہی ہیں اور مجھے مبارک باد دی جائے کہ میں امریکا میں مسلمانوں کی آمد کا شدید مخالف ہوں۔

مگر بہت سے امریکی ٹرمپ کے ان بیانات سے اتفاق نہیں کرتے۔ یہاں تک کہ ریاست فلوریڈا کے سان پیٹرزبرگ کے میئر نے ڈونلڈ ٹرمپ کے اس شہر میں داخلے پر پابندی لگا دی تھی اور مسلمانوں کے خلاف ان کے اشتعال انگیز بیانات کے مقابلے میں شدید ردِ عمل کا اظہار کیا تھا۔ اسی طرح صدر بارک اوباما نے مسلمانوں کے خلاف ٹرمپ کے بیانات کو اخلاقی غلطی قرار دیا تھا اور انہیں امریکی صدارتی امیدوار کے طور پر نامناسب شخص قرار دیا۔ امریکی وزارت دفاع نے بھی اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ٹرمپ کے بیان کو نامناسب اور دنیا میں داعشی فتنے کا باعث قرار دیا تھا۔ کچھ امریکی خصوصا ٹرمپ کے حامی ڈیمو کریٹک پارٹی کی امیدوار ہیلری پر یہ تنقید کر رہے تھے کہ انہوں نے وزارت خارجہ کے عہدے میں رہتے ہوئے کچھ ایسے کام کیے تھے، جو امریکی مفادات کے خلاف تھے۔ وہ وزارت کے دوران اپنا ذاتی ایمیل

بارک اوباما کے دورِ حکومت میں اسلامی، خصوصا عرب دنیا میں بہت تبدیلیاں آئی ہیں۔ عرب دنیا میں 'بہارِ عرب' کے نام سے کئی تبدیلیوں کا آغاز ہوا، جس میں غیر رسمی طور پر کئی تحریکوں کو امریکی تعاون حاصل رہا۔ بہار عرب کی تبدیلیوں کا سلسلہ تیونس سے شروع ہوا۔ تیونس کے زین العابدین، مصر کے حسنی مبارک، یمن کے عبداللہ صالح اور لیبیا کے جنرل قذافی کی حکومتیں ایک دوسرے کے پیچھے تسلسل سے گرنے لگیں۔ شام میں بشار الاسد کی جانب سے انقلابی تحریک کا مقابلہ کیا گیا، جو بتدریج خانہ جنگی بن گیا۔ مصر میں ڈاکٹر محمد مرسی کی منتخب حکومت پر امریکی اشاروں پر فوجی ڈکٹیٹر جنرل عبدالفتاح السیسی کی جانب سے شب خون مارا گیا۔ جب کہ منتخب صدر کو پہلے پھانسی اور پھر عمر قید کی سزا سنائی گئی۔ یمن میں حوثی باغیوں اور منصور ہادی کے حامیوں کے درمیان خانہ جنگی شروع کرائی گئی۔ عراق کی جنگ نے اس خطے میں داعش کو جنم دیا۔

ایڈریس استعمال کرتی تھیں۔ وہ 2012 میں لیبیا کے شہر بن غازی میں امریکی سفیر کے قتل کی ذمہ دار قرار دی گئیں۔

افغانستان پر امریکی انتخابات کے اثرات

افغانستان میں امریکی فوجیوں کی مصروفیات، بالفاظ دیگر یہاں امریکی تاریخ کی سب سے طویل جنگ افغانستان کے ساتھ امریکی سیاست دانوں کی دل چسپی کا باعث بنی ہے۔ تینوں مباحثوں میں ہیلری کلنٹن اور ٹرمپ نے افغانستان کے حوالے سے اپنی پالیسی کے بارے میں کچھ کہا اور نہ اس حوالے سے ان سے کوئی سوال کیا گیا۔

امریکا میں 2009 کے صدارتی انتخابات کے امیدواروں؛ بارک اوباما اور جان مکین کے درمیان سب سے اہم موضوع افغانستان رہا تھا۔ حتیٰ کہ اوباما کی کامیابی کی وجہ بھی افغانستان سے امریکی فوجیوں کے انخلا کا وعدہ تھا۔ جب کہ 2016 کے الیکشن میں صدارتی امیدواروں کی افغانستان سے دل چسپی اس قدر کم ہو گئی ہے کہ کم از کم اپنی پالیسی میں بھی افغانستان کا نام نہیں لیتے۔ ڈونلڈ ٹرمپ نے کمپین کے دوران کہا تھا کہ افغانستان میں امریکی فوج بھیجنا ایک غلطی تھی، جو اس وقت کے امریکی صدر جارج بش نے کی۔ افغانستان پر انتخابات کے اثرات کے حوالے سے کچھ کہنا قبل از وقت ہوگا، مگر مجموعی طور پر محسوس ہوتا ہے کہ اب وہائٹ ہاؤس افغانستان کو مزید اہمیت نہیں دے گا، جتنی جارج بش اور اوباما کے دور میں دی جاتی رہی ہے۔ امریکا کی داخلی اور خارجی سیاست کے حوالے سے اصل پالیسی اور روڈمیپ کا اصل فیصلہ کانگریس کی جانب سے ہوتا ہے، صدر کی جانب سے نہیں۔ موجودہ حالات میں امریکی سیاست دانوں کے درمیان افغانستان کے مسئلے کے ساتھ دل چسپی بالکل کم ہو چکی ہے۔ کیوں کہ یہاں امریکا کی عسکری وسیاسی پالیسی کامیاب نہیں ہو سکی۔ افغانستان میں اتحادی حکومت امریکی عسکری اور سیاسی پالیسیوں کا نتیجہ ہے۔ گزشتہ ڈھائی سالوں میں کوئی کامیابی حاصل کی جا سکی ہے اور نہ آئندہ کوئی توقع ہے۔

اسلامی دنیا پر انتخابات کے اثرات

بارک اوباما کے دورِ حکومت میں اسلامی، خصوصاً عرب دنیا میں بہت تبدیلیاں آئی ہیں۔ عرب دنیا میں 'بہارِ عرب' کے نام سے کئی تبدیلیوں کا آغاز ہوا، جس میں غیر رسمی طور پر کئی تحریکوں کو امریکی تعاون حاصل رہا۔ بہار عرب کی تبدیلیوں کا سلسلہ تیونس سے شروع ہوا۔ تیونس کے زین العابدین، مصر کے حسنی مبارک، یمن کے عبداللہ صالح اور لیبیا کے جنرل قذافی کی حکومتیں ایک دوسرے کے پیچھے تسلسل سے گرنے لگیں۔ شام میں بشار الاسد کی جانب سے انقلابی تحریک کا مقابلہ کیا گیا، جو بتدریج خانہ جنگی بن گیا۔ مصر میں ڈاکٹر محمد مرسی کی منتخب حکومت پر امریکی اشاروں پر فوجی ڈکٹیٹر جنرل عبدالفتاح السیسی کی جانب سے شبِ خون مارا گیا۔ جب کہ منتخب صدر کو پہلے پھانسی اور پھر عمر قید کی سزا سنائی گئی۔ یمن میں حوثی باغیوں اور منصور ہادی کے حامیوں کے درمیان خانہ جنگی شروع کرائی گئی۔ عراق کی جنگ نے اس خطے میں داعش کو جنم دیا۔

اس طرح کی مزید تبدیلیاں بارک اوباما کے دور میں طے شدہ دستور العمل کے نتیجے میں سامنے آئی ہیں۔ چوں کہ امریکا اسلامی دنیا میں بہت سے مسائل میں مداخلت کر رہا ہے اور وہ مسلمانوں کے لیے مسائل پیدا کرنا اپنی سیاست کا حصہ سمجھتا ہے، اس لیے ضرور انتخابات کے نتیجے میں نئے امریکی صدر کے آنے سے عرب دنیا سے متعلق فیصلوں میں بھی تبدیلیاں آئیں گی۔ یہ تبدیلی منفی ہو گی یا مثبت؟ اس حوالے سے ابھی کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ ابھی بارک اوباما کی حکومت ختم ہونے کے ساتھ مشرق وسطیٰ میں امریکی مفادات بہت حد تک ثابت ہو چکے ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ نئے صدر کی آمد سے مشرق وسطیٰ کے حوالے سے امریکی پالیسی میں تبدیلی آ جائے اور وہاں کی بدامنی اور جنگوں کا خاتمہ ہو سکے۔

سیف العادل احرار

حکومت کو چاٹتی کرپشن کی گھن

اشرف غنی کی ذہنی صحت بہتر نہیں ہے۔ وہ حکمرانی کے اہل نہیں ہیں۔ وہ افغانستان میں امن قائم کرنے میں ناکام رہے ہیں۔ افغانستان کے ستر فیصد رقبے پر مجاہدین حاکم ہیں۔ متعدد صوبوں پر مخالفین کے قبضہ کا خطرہ ہنوز برقرار ہے۔ قبل از وقت انتخابات مسائل کا واحد حل ہے۔ کیوں کہ اشرف غنی قیامِ امن، معیشت کی بہتری اور افغانستان کی تعمیرِ نو کے حوالے سے اپنے وعدوں میں ناکام رہے ہیں۔ یہ وہ باتیں ہیں، جو سیاسی مبصرین، عسکری تجزیہ کاروں، سیاسی رہنماؤں اور مختلف عوامی حلقوں کی جانب سے کی جا رہی ہیں۔

ایک سروے کے مطابق 86 فیصد عوام موجودہ حکومت سے ناراض ہیں۔ وہ اشرف غنی کو حکمرانی کے لیے نااہل قرار دے چکے ہیں۔ انتخابات سے قبل اشرف غنی نے عوام کے ساتھ وعدہ کیا تھا کہ وہ صدر منتخب ہو کر پہلی فرصت میں مجاہدین کے ساتھ مذاکرات کریں گے، لیکن برعکس انہوں نے حلف اٹھانے سے قبل امریکا کے ساتھ سکیورٹی معاہدہ کیا، جب کہ پاکستان کے ساتھ اختلافات میں شدت آگئی۔ افغانستان کی معیشت زمین بوس ہے۔ روزانہ ہزاروں افراد ملک چھوڑ کر یورپ کی طرف فرار ہو رہے ہیں۔ ابھی تک صوبوں کے انتخابات نہیں ہوئے ہیں۔ جان کیری کی مداخلت پر مخلوط حکومت قائم کی گئی اور غیر قانونی طور پر عبداللہ عبداللہ کو ایگزیکٹو صدر مقرر کر کے یہ اعلان کیا گیا کہ دو سال کے اندر لویہ جرگہ طلب کر کے اس عہدے کو قانونی حیثیت دی جائے گی یا اس کو ختم کر کے نیا حل تلاش کیا جائے گا۔ دو سال گزرنے کے باوجود یہ کام نہیں کیا گیا۔ جب کہ عوام کی اکثریت موجودہ حکومت کو غیر قانونی قرار دے رہی ہے اور اشرف غنی سے مستعفی ہونے کا مطالبہ کیا جا رہا ہے۔

عوام اور سیاسی رہنماؤں نے حکومت پر دباؤ بڑھایا ہے کہ وہ ناکامی کا اعتراف کرتے ہوئے فوری طور پر مستعفی ہونے کا اعلان کرے۔ جب کہ مخلوط حکومت کے اختلافات شدت اختیار کر گئے ہیں۔ اشرف غنی کے اتحادی اور معاون صدر جنرل دوستم نے صدر صاحب کے ساتھ ملاقات سے انکار کر دیا، جس کے بعد اشرف غنی نے گرتی حکومت کو سہارا دینے کے لیے جنرل دوستم کے روایتی حریف کمانڈر عطاء محمد کے گھر جا کر اُن کے ساتھ خفیہ معاہدے کیے۔ مجاہدین کی بڑھتی ہوئی کارروائیاں اور آئے روز بڑی تعداد میں افغان فوج اور پولیس کی ہلاکتوں نے بھی حکومت پر عوام اور بین الاقوامی دنیا کا اعتماد ختم کر دیا ہے۔ حال ہی میں اقوام متحدہ کی ایک رپورٹ میں دعویٰ کیا گیا کہ افغانستان میں 45 ہزار مسلح مجاہدین حکومت کے خلاف مزاحمت کر رہے ہیں۔ صوبہ ہلمند کے گورنر نے دعویٰ کیا ہے کہ ہلمند میں 12 ہزار مسلح مجاہدین حکومت کے خلاف برسرپیکار ہیں۔ ان دونوں دعووں میں تضاد نظر آ رہا ہے۔ مجاہدین کے ذرائع کا کہنا ہے ’ہلمند میں 18 ہزار مجاہدین جہاد میں مصروف ہیں۔‘ ایک ٹاک شو میں ہلمند کے چیف کمانڈر جبار قہرمان نے اعتراف کیا کہ ہلمند کے 95 فیصد علاقے پر مجاہدین کا کنٹرول ہے۔ لشکر گاہ کے قریب ایک جھڑپ میں مجاہدین نے چھ سو افغان اہل کاروں کا محاصرہ کر لیا، جن میں سے ایک سو پچاس سرنڈر ہو گئے۔ اتنے ہی ہلاک اور کچھ فرار ہونے میں کامیاب ہو گئے۔ اِس جھڑپ میں صرف دس مجاہدین نے ساٹھ ٹینکوں پر مشتمل فوجی قافلے کو پسپا کر دیا تھا۔ فوجی ہلاکتوں میں اضافہ اور سرکاری فورسز کی پسپائی کی بڑی وجہ کرپشن بتائی جاتی ہے۔

حکومت اپنی ناکامی چھپانے کے لیے کرائے پر سوشل میڈیا ورکرز اور قلم کاروں کا ضمیر خرید رہی ہے۔ اِن ضمیر فروشوں کو ماہانہ پندرہ سے پچیس ہزار تک تنخواہ دی جا رہی ہے، تاکہ وہ حکومت کا دفاع کریں۔ لیکن صورت حال بہت خراب ہے۔ ایک رپورٹ میں افغانستان کو بدعنوانی میں سرفہرست شمار کیا گیا ہے۔ بڑھتی ہوئی کرپشن کی وجہ سے امریکا کا اعتماد بھی اٹھ گیا ہے۔ صوبہ ہلمند کے گورنر نے اعتراف کیا ہے کہ اس صوبے میں کاغذی شمار کے مطابق 30 ہزار سے زائد اہل کار تعینات ہیں، لیکن عملی طور پر 18 ہزار سے بھی کم ہیں۔ زائد ناموں پر تنخواہیں وصول کی جا رہی ہیں۔ سرکاری ہتھیار سرعام فروخت ہو رہے ہیں۔ حکومت میں شامل اعلیٰ حکام اغوا برائے تاوان، کرپشن اور لوٹ مار میں ملوث ہیں۔ ہر طرف افراتفری ہے۔ فوج کی تشکیل نو

قومیت، لسانیت اور مذہبی منافرت کی بنیاد پر کی گئی ہے۔ شمالی صوبوں میں فوجی وردی میں ملبوس کم اور سادہ کپڑوں میں لڑنے والے لوگ زیادہ نظر آ رہے ہیں۔ سیاسی مبصرین اور تجزیہ کاروں کے مطابق حکومت کی ناکامی کے دو بڑے اسباب ہیں، جن میں ایک کرپشن اور دوسرا حکومت کے اندر بڑھتے ہوئے اختلافات... جب تک کرپشن ختم نہیں کی جاتی، افغانستان ترقی کر سکتا ہے اور نہ ہی مستحکم حکومت قائم ہو سکتی ہے۔

ایک رپورٹ سے معلوم ہوا ہے کہ حال ہی میں روس نے اشرف غنی ادارے کو دس ہزار کلاشنکوفیں فراہم کی ہیں، جن میں سے 8 سو کلاشنکوفیں مجاہدین کے ہاتھ لگ گئی ہیں۔ مجاہدین سرکاری فورسز پر حملے کر کے اُنہیں ہلاک اور ہتھیاروں پر قبضہ کر لیتے ہیں۔ جب کہ حکومت میں شامل بعض کمانڈر اپنے تحفظ کے لیے مجاہدین کے ساتھ خفیہ معاہدے کر کے انہیں ہتھیار فراہم کر رہے ہیں۔ صوبہ ہلمند میں فورسز کو ماہانہ تیس لاکھ کا گولہ بارود اور ہتھیار، 39 لاکھ لیٹر تیل فراہم کیا جا رہا ہے، لیکن یہ سب کچھ کرپشن کی نذر ہو رہا ہے۔ افغانستان میں بدامنی، پسماندگی اور روزگار کے مواقع نہ ہونے کے باعث موجودہ حکومت کے دو سال میں ڈیڑھ لاکھ افغانی مہاجرت کی زندگی گزارنے پر مجبور ہیں۔ ایک سازش کے تحت کٹھ پتلی انتظامیہ نے برادر اقوام کے درمیان خانہ جنگی پیدا کرنے کی کوشش کی ہے، جس کی مثال فاریاب اور دیگر صوبوں میں 'جنبش' اور 'جمعیتِ اسلامی' کے درمیان باہمی لڑائی ہے، جس میں متعدد افراد مارے گئے ہیں۔

حکومت نے اعتراف کیا ہے کہ 34 صوبوں میں سے 33 میں جنگ جاری ہے۔ صرف پنجشیر میں امن ہے۔ جس کے مطابق افغانستان کے 98 فیصد حصے میں جنگ ہے اور 2 فیصد میں امن ہے۔ 6 صوبوں پر مجاہدین کا کنٹرول ہے۔ جب کہ سرکاری فورسز کا کنٹرول صرف صوبائی دارالحکومتوں پر ہے۔ باقی تمام علاقے مکمل طور پر مجاہدین کے کنٹرول میں ہیں، جن میں قندوز، ہلمند، فراہ، اروزگان، بغلان، فاریاب، سرپل اور زابل سرفہرست ہیں۔ ان صوبوں میں مجاہدین کی حکمرانی زیادہ اور حکومت کا کنٹرول نہ ہونے کے برابر ہے۔ اسی وجہ سے ترکمانستان نے افغانستان کے راستے گیس پائپ لائن کے تحفظ کے لیے قطر میں امارت اسلامیہ کے سیاسی دفتر کے رہنماؤں سے رابطہ قائم کر کے پائپ لائن کی حفاظت کے لیے سیکیورٹی فراہم کرنے کا مطالبہ کیا ہے۔ اقوام متحدہ کی رپورٹ کے مطابق افغانستان کے 40 فیصد رقبے پر مجاہدین اور 60 فیصد پر حکومت کا کنٹرول ہے، لیکن مجاہدین دعوی کر رہے ہیں کہ 60 فیصد علاقوں پر اِن کا اور 40 فیصد رقبے پر حکومت کا کنٹرول ہے۔ جب کہ مجاہدین مسلسل پیش قدمی جاری رکھے ہوئے ہیں۔ اور انہیں فتوحات مل رہی ہیں۔ اگر مجاہدین کی کارروائیاں اسی طرح تیزی سے جاری رہیں تو آئندہ سال قندھار اور کابل کا بھی محاصرہ کیا جا سکتا ہے کہ کم از کم مجاہدین 12 صوبوں اور 60 اضلاع پر بآسانی کنٹرول حاصل کر سکتے ہیں۔

ایک رپورٹ کے مطابق 2001 سے اب تک 27 ہزار افغان اہل کار ہلاک اور 40 ہزار سے زائد زخمی ہوئے ہیں۔ جن میں گزشتہ سال 7 ہزار اہل کار ہلاک اور 12 ہزار زخمی ہوئے ہیں۔ جب کہ رواں سال ہلاکتوں کی تعداد میں دوگنا اضافہ ہوا ہے۔ حالیہ پانچ مہینوں میں دس ہزار سے زائد اہل کار ہلاک اور زخمی ہوئے ہیں۔ جب کہ بڑی تعداد نے ہتھیار ڈال کر مجاہدین کی صف میں شمولیت اختیار کرلی ہے۔ صوبہ ہلمند اور اروزگان میں بڑے بڑے فوجی اڈوں اور مراکز میں سیکڑوں اہل کاروں نے ہتھیار ڈال کر تمام سرکاری ہتھیار، فوجی گاڑیاں اور ٹینک مجاہدین کے حوالے کر دیے ہیں، جن کی فوٹیج اور ویڈیوز مجاہدین کے میڈیا پر جاری ہو چکی ہیں۔ جن علاقوں پر مجاہدین کا کنٹرول ہے، وہاں مکمل امن قائم ہے۔ وہاں اغوا، چوری اور قومی منافرت کا کوئی واقعہ رونما نہیں ہوا ہے۔ جن علاقوں پر حکومت کا کنٹرول ہے، وہاں بدامنی عروج پر پہنچ گئی ہے۔ اغوا برائے تاوان کی وارداتوں میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے، جس میں خود حکومت میں شامل بعض حکام ملوث ہیں۔ مخلوط حکومت ایک صفحے پر نہیں ہے۔ گزشتہ روز امریکی صدر اوباما نے بھی اعتراف کیا ہے کہ امریکا افغانستان میں مستحکم حکومت قائم کرنے اور مجاہدین کی مزاحمت کچلنے میں ناکام رہا ہے۔ اب افغان مسئلے کو طاقت کے بجائے مذاکرات سے حل کرنے کے سوا کوئی راستہ نہیں بچا۔

حقیقت بھی یہ ہے کہ افغان مسئلے کا حل مذاکرات سے نکالا جائے۔ امریکا مجاہدین کے ساتھ بیٹھ کر بات چیت سے مسئلے کا حل نکال سکتا ہے۔ امارت کے رہنماؤں کے نام بلیک لسٹ سے نکال کر روس کی طرح مجاہدین کو سیاسی قوت تسلیم کرے اور قطر میں سیاسی دفتر کو قانونی سمجھے، تب افغانستان میں امن قائم ہو سکتا ہے۔ اسی سے ہمسایہ ممالک میں بھی قیامِ امن کا خواب شرمندۂ تعبیر ہو سکتا ہے۔

سید سعید

جنگی جرائم ستمبر 2016

سال 2016 کی یکم ستمبر کو رات گئے قندوز کے صوبائی مرکز کے مضافاتی علاقے ملرغی میں افغان فوج کے مارٹر گولوں کی فائرنگ سے چار افراد شہید ہوگئے۔ میڈیا رپورٹس کے مطابق لوگوں نے اس واقعے کے ردِ عمل میں مظاہرے کیے۔ اس واقعے کے مجرموں کی شدید مذمت کی گئی اور رہائشی علاقوں پر گولے گرانے اور حملے کو عوام دشمنی کہا گیا ہے۔ ایسے حملوں کی جلد روک تھام کا مطالبہ کیا گیا ہے۔

2 ستمبر کو فاریاب کے ضلع چہل گزی کے بازار میں افغان فوج کی فائرنگ سے ایک عام شہری شہید اور دو زخمی ہوگئے۔

4 ستمبر کی رات کو ضلع خاص اروزگان کے بازار میں فیروز گاؤں میں اربکیوں نے لوگوں کے گھر لوٹ لیے۔ ان کی دکانیں جلا دیں اور دو بچوں کو اغوا کر کے لے گئے۔

5 ستمبر کو سرپل کے مرکز میں اربکیوں نے شاہراہ پر گاڑی سے تین افراد کو اتارا اور فائرنگ کر کے شہید کر دیا۔

7 ستمبر کو قندوز کے ضلع دشت آرچی میں رکن اسمبلی عبداللہ خان وردگ کے گاؤں میں افغان فوج نے چھاپے کے دوران لوگوں پر تشدد کیا، جس میں ایک فرد شہید اور ایک زخمی ہوگیا۔ اسی دن قندوز کے ضلع امام صاحب کے علاقے 'جوئی بیگم' میں افغان فوجیوں کے مارٹر حملے سے تین بچے شہید ہو گئے۔

8 ستمبر کو قندوز کے مضافاتی علاقے گورتیپی میں 'کلاچیانو پمپ' کے علاقے میں جارحیت پسندوں نے افغان فوجیوں کے تعاون سے لوگوں کے گھروں پر چھاپے مارے اور 50 افراد کو گرفتار کر کے لے گئے۔

11 ستمبر کو لغمان کے مرکز 'مہترلام' کے مضافاتی علاقے 'بدلیع آباد' میں افغان فوجیوں کے مارٹر حملے میں ایک خاتون اور ایک مرد شہید ہوگئے۔ اسی دن ننگرہار کے ضلع حصارک کے علاقے 'میر غنڈی' میں افغان فوجیوں نے توپ کے گولے فائر کر کے ایک بچے کو شہید اور چار افراد کو زخمی کر دیا۔

14 ستمبر کو قندوز کے ضلع خان آباد کے علاقے آقتاش میں جارحیت پسندوں نے داخلی فوجیوں کے تعاون سے چھاپے مارے۔ عوام کے گھروں کی تلاشی لی اور گیارہ افراد کو قیدی بنا کر لے گئے۔

15 ستمبر کو غزنی کے ضلع مقر میں 'شالی خیلو' گاؤں میں اربکیوں نے چھاپے کے دوران مدرسے کے دو طلباء قاری عصمت اللہ اور محمد کو شہید کر دیا۔

16 ستمبر کو ہلمند کے ضلع گریشک میں نہر سراج کے علاقے خاورین پلہ میں جارحیت پسندوں نے افغان فوجیوں کے تعاون سے چھاپہ مارا۔ گھروں کی تلاشی کے بعد 6 افراد کو گرفتار کر کے اپنے ساتھ لے گئے۔ انہوں نے عام لوگوں کی ایک گاڑی اور تین موٹر سائیکلیں جلادیں۔

18 ستمبر کو ننگرہار کے ضلع پچیر اگام کے علاقے 'صبر' میں جارحیت پسندوں نے داخلی فوجیوں کے تعاون سے لوگوں کے گھروں پر چھاپے مارے۔ گھروں کی تلاشی لی اور دو عام شہریوں کو گرفتار کر کے نامعلوم مقام پر لے گئے۔

19 ستمبر کو اروزگان کے ضلع 'چوری' کے علاقے کنات اور زیارت میں مارٹر گولوں کے فائر سے خواتین اور بچوں سمیت 7 افراد زخمی کر دیے گئے۔ اسی دن ترین کوٹ مرکز مضافاتی علاقے 'کوترخانی' میں افغان فوجیوں نے توپ کا گولہ فائر کر کے ایک بچی زخمی اور ایک بچے سمیت دو افراد شہید کر دیے۔

20 ستمبر کو جارحیت پسندوں نے افغان فوجیوں کے تعاون سے نائٹ آپریشنز کے سلسلے میں قندوز کے ضلع دشت آرچی کے گاؤں صوفی زمان پر چھاپہ مارا۔ گھروں کے دروازے بموں سے اڑادیے۔ لوگوں پر تشدد کیا گیا۔ گھر لوٹ لیے اور 23 افراد کو قیدی بنا کر ساتھ لے گئے۔

21 ستمبر کو ہرات کے ضلع شین ڈنڈ کے گاؤں سربند میں افغان فوجیوں نے چھاپے کے دوران لوگوں کا مال و اسباب لوٹ لیا۔ ان کے تشدد سے دو افراد شہید اور دو زخمی ہوگئے۔

22 ستمبر کو قندوز کے ضلع دشت آرچی کے علاقے عیدگاہ میں افغان فوجیوں نے عام لوگوں کے گھروں پر چھاپے مارے، جن میں ایک شخص کو شہید کر دیا اور پانچ کو گرفتار کر کے ساتھ لے گئے۔ اسی دن بدخشان کے ضلع جرم کے علاقے سوچ میں افغان فوجیوں نے توپ کے فائر سے دو خواتین اور دو مرد شہید کر دیے، جب کہ دو بچے بھی زخمی ہوئے ہیں۔

23 ستمبر کو ہرات کے ضلع شین ڈنڈ کے علاقوں 'ولرگ' اور 'سملانو' میں افغان فوجیوں کی بمباری میں دو خواتین شہید اور دو بچے زخمی ہوگئے۔ اسی دن قندوز کے ضلع دشت آرچی کے علاقے 'قرلقو' میں جارحیت پسندوں کی بمباری میں دو افراد شہید ہوگئے۔ دشت آرچی ہی کے علاقے 'پتانیو' میں بھی جارحیت پسندوں کے نائٹ آپریشن میں .... [بقیہ صفحہ ۴۳ پر ملاحظہ فرمائیں]

احمد فارسی

افغانستان ستمبر 2016 میں

نوٹ ! اِن سطور میں ان واقعات اور نقصانات کی معلومات جمع کی گئی ہیں، جن کا دشمن نے بھی اعتراف کیا ہے۔ مزید اعداد و شمار دیکھنے کے لیے امارت اسلامیہ کی آفیشل ویب سائٹ ملاحظہ فرمائیں۔

ستمبر کا مہینہ بھی دیگر مہینوں کی طرح عسکری اور سیاسی واقعات سے بھرپور رہا ہے۔ اس ماہ مجاہدین نے جدید طرز کے حملوں سے دنیا پر واضح کر دیا کہ مجاہدین اُن کی سوچ سے بھی زیادہ مضبوط ہیں۔ جارحیت کے مقابلے کے لیے ان کے پاس بہت کچھ ہے۔

جارح دشمن کو ہونے والے جانی نقصانات

موصول ہونے والی رپورٹس کے مطابق ستمبر میں کم از کم 11 فوجی اہل کار جھڑپوں اور دھماکوں میں مارے گئے ہیں، جب کہ بڑی تعداد زخمیوں کی ہے۔ 8 ستمبر کو جارح قوتوں کو ننگرہار کے ضلع خوگیانو میں چھاپے کے دوران مجاہدین کا سامنا کرنا پڑا، جس میں 5 اہل کار ہلاک ہوگئے۔ 26 ستمبر کو قندھار کے ضلع ڈنڈ میں اٹلی کے جارحیت پسندوں کی ایک گاڑی بارودی سرنگ کا نشانہ بن کر تباہ ہوگئی۔ اس میں سوار چھ فوجی ہلاک ہوگئے۔ جارحیت پسندوں کے لیے کوئی میدان ایسا نہیں رہا، جہاں اُنہیں اپنی لاشیں پڑی نہ دکھائی دی ہوں، لیکن انہوں نے ایک فوجی کی ہلاکت کا اعتراف کیا ہے۔ اس طرح رواں سال ہلاک ہونے والے بیرونی فوجیوں کی ہلاکت کی کل اعترافی تعداد 9 ہوگئی ہے۔ رواں پندرہ سالہ جنگ میں ہلاک ہونے والوں کی کل اعترافی تعداد 3 ہزار 5 سو اکیس ہوگئی ہے۔ واضح رہے یہ وہ تعداد ہے، جس کا دشمن نے اعتراف کیا ہے۔ حقیقی اعداد و شمار اس سے کئی گنا زیادہ ہیں۔

مزدور دشمن کو ہونے والے نقصانات

6 ستمبر کو ذرائع ابلاغ میں شایع رپورٹ میں واضح کیا گیا ہے کہ افغانستان کے 30 صوبوں میں جھڑپوں کے 190 واقعات ہوئے ہیں، جن میں کٹھ پتلی فوج کے سولہ سو فوجی ہلاک اور بارہ سو کے قریب زخمی ہوئے ہیں۔ جن کا اکثر حصہ افغان فوج اور پولیس کے نام سے قائم کرائے کے فوجیوں پر مشتمل ہے۔ اگرچہ کٹھ پتلی دشمن کو پہنچنے والے نقصانات کی تفصیلی رپورٹ اس وقت موجود نہیں ہے، لیکن 'مشتے نمونہ از خروارے' کے طور پر چند واقعات پیش کرتے ہیں، جو درج ذیل ہیں:

یکم ستمبر کو لوگر کے ضلع چرخ میں سکیورٹی ایجنسی کے 5 افراد ایک بارودی سرنگ کا نشانہ بنے، جو اُن کے لیے ہی فٹ کی گئی تھی۔ 4 ستمبر کو قندھار کا صوبائی افسر پُراسرار طریقے سے قتل کیا گیا۔ اسی روز لوگر کے ضلع محمد آغا میں اربکیوں کا ایک کمانڈر مجاہدین کے ساتھ ایک دوبدو حملے میں ہلاک ہو گیا۔ اسی طرح 11 ستمبر کو ننگرہار کے ضلع حصارک کا پولیس سربراہ ہلاک کر دیا گیا۔ دوسری طرف فاریاب کے ضلع بل چراغ میں اسی ضلع کا عدالتی سربراہ ہلاک کر دیا گیا۔

اِن کامیابیوں کے تسلسل میں 18 ستمبر کو اربکیوں کا ایک اور کمانڈر بھی زابل کے علاقے شاہ جوئی میں ہلاک کر دیا گیا۔ اس کے اگلے روز قندھار کے ضلع نیش کا سکیورٹی افسر بھی مجاہدین کے ساتھ ایک جنگ میں مار دیا گیا۔ اسی طرح 27 ستمبر کو قندوز مرکز میں فوج میں گھسے ہوئے ایک مجاہد فوجی کے ہاتھوں 12 فوجی ہلاک ہوگئے، جس کے بعد مذکورہ مجاہد خود پُرامن جگہ تک پہنچنے میں کامیاب ہوگیا۔

دشمن کے مالی نقصانات

ستمبر میں صلیبی قوتوں کی مزدور افغان فوج کے درجنوں اہم مراکز، اضلاع، درجنوں چیک پوسٹیں اور اسی طرح دیگر علاقے مجاہدین کے قبضے میں آگئے۔ اسی قدر جنگی وسائل، اسلحہ، مختلف گاڑیاں، بکتر بند اور دیگر وسائل کے غنیمت بننے یا تباہی کا گراف ناقابل یقین حد تک اُوپر رہا ہے۔ اس کے علاوہ 27 ستمبر کو ڈرون طیارہ بھی ننگرہار میں گرا دیا گیا۔

عمری آپریشن:

عمری آپریشن کے تسلسل میں بہت سے حملے ہوئے اور اس کے نتیجے میں بہت سے علاقے مجاہدین کے ہاتھوں فتح ہوگئے۔ اس سلسلے میں یکم ستمبر کو لوگر کے ضلع چرخ پر مجاہدین کی جانب سے فدائی آپریشن ہوا، جس میں دشمن کے درجنوں افراد

ہلاک اور زخمی ہوگئے۔ بڑے پیمانے پر انہیں مالی نقصان بھی ہوا۔ 4 ستمبر کو پکتیکا کا ضلع اومنی پانچ روزہ لڑائی کے بعد فتح ہوگیا۔ ایک روز بعد غزنی کے ضلع گیرو میں مجاہدین کے گروپ حملے کا آغاز ہوا، جس سے دشمن کو درجنوں کی تعداد میں لاشیں اٹھانا پڑیں۔ اسی روز امارت اسلامیہ کے مجاہدین نے کابل میں نام نہاد وزارت دفاع کے دفتر کے سامنے دو دھماکے کیے، جن میں تین ہائی رینک جنرلز سمیت وزارت دفاع کے 41 کارندے مارے گئے، جب کہ 91 زخمی ہوگئے۔ اسی روز کابل میں 'شہر نو' کے علاقے میں دشمن کے ایک مضبوط خفیہ مرکز پر حملہ ہوا، جس میں کافی جانی و مالی نقصانات بھی سامنے آئے ہیں۔

6 ستمبر کو اروزگان کے مرکز ترینکوٹ پر مجاہدین کا حملہ ہوا، جس میں بہت سے فوجیوں کی ہلاکت کے ساتھ ساتھ بھاری جانی و مالی نقصانات ہوئے۔ جب کہ مجاہدین مرکز کے چند سو میٹر کے قریب تک پہنچ گئے۔ اس کے دو روز بعد 8 ستمبر کو امارت اسلامیہ کے مجاہدین نے ہلمند کے ضلع ناوہ اور وہاں جانے والے رسد فراہمی کے کانوائے پر حملے کیے، جس میں دشمن کو بہت بھاری نقصان اٹھانا پڑا۔ اسی روز مجاہدین ترین کوٹ شہر میں داخل ہوگئے اور قیدیوں کو جیل سے آزادی دلوائی۔

20 ستمبر کو مجاہدین نے قندھار میں دشمن کی ایک چیک پوسٹ فتح کی اور وہاں موجود فوجیوں کو زندہ اور مردہ گرفتار کر لیا۔ اس کے دو روز بعد فاریاب کے ضلع خواجہ سرخ پوش میں ایک اہم اسٹریٹجک پہاڑی پر قبضہ کیا گیا۔ اسی روز صوبہ دائی کنڈی کے ضلع گیزاب پر بھی حملے ہوئے۔ اس صوبے کا مرکز اور پولیس ہیڈ کوارٹر مجاہدین کے حملوں کی زد پر رہے۔

کابل انتظامیہ کے درمیان اختلافات

اب کابل انتظامیہ اور اس کے بیرونی آقا کی شرم ناک شکست کسی سے پوشیدہ نہیں ہے۔ اس لیے جان کیری کے مریدوں کے درمیان نہ صرف گہرے اختلافات سامنے آ رہے ہیں، بلکہ ہر شکست اور اس کے بُرے نتائج اپنا راستہ بنا کر میڈیا تک پہنچ جاتے ہیں۔ یکم ستمبر کو ہلمند کی صوبائی اسمبلی کے ارکان نے واضح کیا ہے کہ ہلمند کی موجودہ صورت حال انتظامیہ کے شدید اختلافات کی وجہ سے ہے۔ 24 ستمبر کو وہاں کے گورنر نے اعتراف کیا ہے کہ ان کے فوجی 150 چیک پوسٹیں خالی کر کے بھاگ گئے ہیں۔ انہوں نے مزید کہا کہ یہ سب کچھ کٹھ پتلی فوج کے سربراہان میں موجود طاقتور لوگوں کے اشارے پر کیا گیا ہے۔ اسی طرح آپس کے اختلافات اب ایک نئے مرحلے میں داخل ہو رہے ہیں۔ انتظامیہ میں شریک فریقوں کے درمیان اختلافات اب مسلح رنگ اختیار کر رہے ہیں۔ 21 ستمبر کو پشتون کوٹ اور پل چراغ کے اضلاع میں جمعیت اور جنبش کے مسلح جنگجوؤں کے درمیان شدید لڑائی ہوگئی۔ دونوں طرف شدید نقصانات اٹھانا پڑے ہیں۔ 25 ستمبر کو انہی گروپوں کے مسلح افراد ایک بار پھر پشتون کوٹ میں ایک دوسرے سے لڑ پڑے۔ ان کی لڑائی میں 9 عام افراد مارے گئے تھے۔

انتظامیہ کی اقتصادی کمزوری اور مجاہدین کا اعلانِ معافی

مجاہدین کی جانب سے کابل انتظامیہ کی فوج سے الگ ہونے والوں کے لیے عام معافی کے اعلان کی وجہ سے بہت سے لوگ انتظامیہ سے مستعفی ہو رہے ہیں یا فرار ہو رہے ہیں۔ جیسا کہ اوپر گورنر کے بیان میں پڑھا کہ ان کے فوجی 150 چیک پوسٹیں خالی کر کے فرار ہوگئے ہیں۔ دوسری طرف انتظامیہ کی اقتصادی کمزوری اس کا باعث بن رہی ہے کہ ان کے بھوکے فوجی ہتھیار ڈال دیں۔ 21 ستمبر کو نشر ہونے والی رپورٹ کے مطابق انتظامیہ گزشتہ 5 ماہ سے مورچے میں بیٹھے جنگجوؤں کو تنخواہ نہیں دے سکی ہے۔ دوسری طرف امارت اسلامیہ کے مجاہدین نے 7 ستمبر کو اروزگان میں حکومت کے تمام کارکنوں کے لیے عام معافی کا اعلان کر دیا ہے، جس کی برکت سے درجنوں فوجی ملازمت سے استعفادے کر اپنے گھروں کو چلے گئے ہیں یا اپنے وسائل اور ہتھیاروں کے ساتھ مجاہدین کے ساتھ مل گئے ہیں۔

جارحیت پسندوں کا معاہدہ اور جنگ میں واپسی

جارحیت پسند مجرم ایک طرف تو امن اور صلح کی بات کرتے ہیں، دوسری طرف اسی معاہدے کی شرائط کی خلاف ورزی کرتے ہیں، جو انہوں نے اپنے غلاموں سے طے کیا تھا۔ براہِ راست جنگ میں حصہ لیتے ہیں۔ اس حوالے سے گزشتہ مہینوں میں بھی رپورٹیں نشر ہو چکی ہیں۔ 6 ستمبر کو ایک بار پھر کہا گیا کہ امریکی جارحیت پسند ہلمند میں جنگ کے لیے آئے تھے۔ جس سے انہیں معلوم ہوا کہ ان کے تربیت یافتہ کارندے مجاہدین سے لڑنے کی صلاحیت وطاقت نہیں رکھتے۔

دشمن کی جانب سے عوامی نقصانات اور مظالم

افغانستان کے نہتے اور بے گناہ شہری اس ماہ بھی جارحیت پسندوں اور ان کی کٹھ پتلیوں کے مظالم کا شکار رہے ہیں، جس کا انہیں جارحیت کے 15 سال سے سامنا ہے۔ اس دوران انہیں جانی نقصانات پہنچانے سے بھی دریغ نہیں کیا گیا، بلکہ مختلف سزاؤں اور مالی نقصانات کے حوالے سے بھی ان پر کسی قسم کا رحم نہیں کیا گیا۔ 13 ستمبر کو بلخ کے کچھ اضلاع کے لوگوں نے اربکیوں کی جانب سے عوام کے ساتھ ناروا سلوک اور مظالم کی شکایت کی۔ جس میں کہا گیا کہ مجاہدین کے بہانے سے بے گناہ لوگوں کو پکڑ کر مظالم کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ اس کے بعد اسی ماہ کے دوران 20 تاریخ کو وزیرِ داخلہ نے تسلیم کیا کہ حکومت کی جانب سے مسلح کیے گئے غیر سرکاری جنگجو افراد (اربکی) تخار میں لوگوں پر مظالم ڈھا رہے ہیں۔ اسی طرح 24 ستمبر کو ذرائع نے لکھا کہ لوگر کے ضلع اَنگار میں ایک اربکی نے اپنی مرضی سے اکیلے ہی پندرہ گاؤں تک پہنچنے والا راستہ بند کر دیا۔ اس سے قبل ننگرہار کے لوگوں نے کہا کہ علاقے میں پولیس چوروں کے ساتھ پوری طرح ملی ہوئی ہے۔

صرف یہی نہیں، بلکہ جارحیت پسند بھی اِن اربکیوں کو انسان نہیں سمجھتے۔ 23 ستمبر کو جارحیت پسندوں نے قندوز کے ضلع دشت آرچی میں رات کے وقت لوگوں کے گھروں پر چھاپے مارے۔ خواتین اور بچوں سمیت سب کو اذیتیں دیں۔ 28 ستمبر کو امریکی جارحیت پسندوں نے ننگرہار کے ضلع اچین میں ڈرون حملے میں 13 عام شہریوں کو شہید کر دیا۔

آقا کی جانب سے مزدوروں کا قتل

کٹھ پتلی افغان فوج اور پولیس اہل کار نہ صرف مجاہدین کے ہاتھوں مارے جاتے ہیں، بلکہ درجنوں ایسے واقعات بھی ہوئے ہیں، جن میں بیرونی آقاؤں نے خود اپنے غلاموں کو لگاتار بمباری کا نشانہ بنایا ہے۔ علاوہ ازیں 30 ستمبر کو فراہ میں بھی افغان آرمی کے 5 اہل کار اپنے آقا کی بمباری میں ہلاک ہو گئے، مگر ہر بار کی طرح اب بھی اِن کو کوئی پوچھنے والا نہ مل سکا۔

بقیہ از جنگی جرائم

عام لوگوں کے گھروں پر چھاپے مارے گئے۔ لوگوں پر تشدد ہوا اور گھروں کی تلاشی لے کر بیس شہریوں کو قیدی بنا کر ساتھ لے گئے۔

24 ستمبر کو فاریاب کے ضلع شیرین تگاب کے علاقے بلوچ میں اربکیوں نے باپ بیٹے کو بلاوجہ شہید کر دیا۔ اسی دن میدان وردگ کے ضلع جغتو کے علاقے غازی محمد جان بازار میں افغان فوجیوں کی فائرنگ سے دو افراد زخمی ہو گئے۔ جب کہ غزنی کے ضلع شلگر کے علاقے 'مستوفی' میں افغان فوجیوں نے رہائشی علاقوں پر مارٹر گرائے۔ ان حملوں میں دو بچے شہید، جب کہ ایک شخص زخمی ہو گیا۔

28 ستمبر کو قندوز کے ضلع چہار دورہ کے علاقے نہر صوفی میں افغان فوجیوں نے ہیلی کاپٹروں کے گروپ حملے میں ایک عام شہری کو شہید اور ایک خاتون سمیت تین افراد زخمی کر دیے۔ اسی دن ضلع دشت آرچی کے علاقے قرلقو میں افغان فوجیوں کے فضائی حملوں میں خواتین اور بچوں سمیت 8 افراد شہید اور کئی زخمی ہو گئے۔ جب کہ 'پژواک' چینل نے خبر دی کہ ننگرہار کے ضلع اچین کے بازار شنڈل میں جارحیت پسندوں کے ڈرون حملے میں 27 افراد شہید، جب کہ 14 زخمی ہو گئے ہیں۔ ننگرہار کے صوبائی ترجمان نے اعتراف کیا کہ اس حملے میں عام لوگوں کو نشانہ بنایا گیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ حملہ وزارت صحت کے ایک ملازم کے گھر پر کیا گیا ہے، جو حال ہی میں حج سے واپس لوٹا ہے۔ اسی مناسبت سے اُس کے گھر میں مہمانوں کا رش تھا۔

29 ستمبر کو قندھار کے ضلع شاہ ولی کوٹ کے علاقوں بوری اور شاہ کاریز میں جارحیت پسندوں نے ایک گاڑی کو نشانہ بنایا، جو قندھار سے ضلع نیش کی طرف جا رہی تھی۔ گاڑی میں سوار ایک خاتون ایک بچے اور دو مردوں سمیت گاڑی کا ڈرائیور سب شہید ہو گئے۔

ماخذ: بی بی سی ریڈیو، آزادی، افغان اسلامی اژانس، پژواک، خبریال ویب سائٹ، لراوبر، نن ٹکی ایشیا، ذرائع ابلاغ

ذی الحجہ ۱۴۳۷ میں ہونے والی کارروائیوں کا جدول

نمبر شمار	صوبہ	کارروائیوں کی تعداد	فدائی حملے	دشمن کے مالی اور جانی نقصانات					عام شہریوں اور مجاہدین کی جانی نقصانات		
				صلیبیوں کی اموات	صلیبیوں کے زخمی	ایجنٹوں کی ہلاکتیں	ایجنٹوں کے زخمی	فوجی گاڑیوں اور ٹینکوں کی تباہی	مجاہدین کے شہداء	مجاہدین کے زخمی	گاڑیوں کی تباہی
1-	قندھار	56		6		120	18	28	4	13	
2-	ہلمند	70		1		129	65	35	5	6	
3-	غزنی	35		0		59	22	15	3	2	
4-	خوست	35		0		102	8	14	1	1	
5-	نورستان	23		0		43	31	2	4	8	
6-	میدان وردگ	12		0		37	31	6	0	1	
7-	کونڑ	17		0		28	16	10	0	5	
8-	پکتیکا	6		0		5	5	2	1	2	
9-	زابل	28		0		19	22	5	1	6	
10-	لوگر	26		0		36	20	9	4	5	
11-	کاپیسا	34		0		38	24	8	0	0	
12-	روزگان	36		0		75	41	9	1	0	
13-	پکتیا	19		5		18	28	3	2	3	
14-	فراہ	4		0		6	9	0	0	0	
15-	کابل	16	1	1		82	24	6	5	0	1
16-	ننگرہار	56		0		73	55	23	4	11	
17-	لغمان	53		0		142	88	25	9	12	
18-	ہرات	12		0		9	8	1	0	0	
19-	نیمروز	45		0		84	60	18	0	0	
20-	بادغیس	3		0		16	8	2	0	0	
21-	قندوز	12		7		1	3	3	0	0	
22-	بغلان	17		0		32	24	3	5	5	
23-	فاریاب	33		8	2	39	32	14	1	1	
24-	غور	36		3		110	67	7	1	8	
25-	پروان	12		0		20	18	1	0	4	
26-	تخار	1		0		8	7	1	0	0	
27-	سمنگان	1		0		1	3	1	0	0	
28-	بدخشان	7		0		31	20	1	1	4	
29-	بامیان	2		0		1	2	4	0	0	
30-	بلخ	9		0		16	11	3	0	0	
31-	جوزجان	9		0		14	21	1	4	4	
32-	دائی کنڈی	5		0		13	0	2	0	0	
33-	سرپل	9		0		19	18	2	0	0	
34-	پنجشیر										
	مجموعہ	739	1	31	2	1426	809	264	56	101	1

AL-EMARA

POLICE

SHARIAT

Monthly Islamic Magazine

5th Year December 2016

ہر حال میں، ہر دور میں تابندہ رہوں گا

مَیں زندہ وجاوید ہوں پائندہ رہوں گا

تاریخ میرے نام کی تعظیم کرے گی

تاریخ کے اوراق میں آئندہ رہوں گا